RNI No:TELBIL/2018/77301

إِنْ أُرِيدُ إِلَّا الْإِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ (القرآن)

میرا مقصد اپنی استطاعت کی حد تک اصلاح کے سوا کچھ نہیں۔ (ھود:88)

علماءِ کریم نگر کا دینی، علمی، اصلاحی اور تحقیقی ترجمان

ماہنامہ

الاصلاح

کریم نگر

مئی 2024ء

مُدیر:

مولانا محمد عمر فاروق صاحب قاسمی

مُدیر تحریر:

مفتی محمد صادق حسین قاسمی

شائع کردہ: ایمان فاؤنڈیشن کریم نگر

E-mail:support@emaanfoundation.in,Website:www.foundation.eemaan.in

علماءِ کریم نگر کا دینی، علمی، اصلاحی اور تحقیقی ترجمان

الاصلاح
کریم نگر

جلد: 10 | شوال المکرم ۱۴۴۵ھ مطابق مئی 2024ء | شمارہ: 2

سرپرست: حضرت مولانا سید احمد و میض ندوی صاحب مدظلہ

مدیر: حضرت مولانا عمر فاروق صاحب قاسمی مدظلہ

مدیر تحریر: مفتی محمد صادق حسین قاسمی

نائب مدیر: مفتی محمد نوید سیف حسامی

مجلس ادارت:

مولانا سید خواجہ فرقان علی قاسمی

مولانا حیدر اسعدی

مولانا مرزا مرتضیٰ علی بیگ قاسمی

مولانا ولی اللہ مفکر حسامی

مفتی محمد عبد الحمید قاسمی

مجلس مشاورت:

مفتی محمد غیاث محی الدین

حافظ محمد وسیم الدین

حافظ اسمٰعیل راشد

حافظ عبد المجید اشتیاق

مولانا شاداب تقی قاسمی

فہرست مضامین

اداریہ	متحد ہو تو بدل ڈالو دنیا کا نظام	مفتی محمد صادق حسین قاسمی	۲
درس قرآن	گواہی کو مت چھپاؤ	مفتی محمد یونس القاسمی	۹
درس حدیث	ظالم کو ظلم سے روکو!	مولانا محمد عمر فاروق قاسمی	۱۳
افادات	تو نے پوچھی ہے امامت کی ۔	مولانا سید احمد ومیض ندوی	۱۶
فکر ودانش	بچوں کو نصیحت کرنے کے تین ۔۔	مفتی محمد نوید سیف حسامی	۲۹
گوشہ صحابہ	موذن رسول حضرت بلال ؓ	مفتی محمد شاداب تقی قاسمی	۳۵
مقالات	موسم گرما عبرت ونصیحت	مفتی ابوصفوان قاسمی	۴۸

مضامین کی اشاعت کے لئے درج ذیل نمبرات پر رابطہ فرمائیں:

9704707491,9966870275

اداریہ

متحد ہو تو بدل ڈالو دنیا کا نظام!

از: مفتی محمد صادق حسین قاسمی

لکھا ہے کہ: ''ایک شخص کے دس لڑکے تھے، سب لڑکے تندرست اور ہوشیار تھے اور مل جل کر رہتے تھے، اس کی وجہ سے ہر جگہ ان کی دھاک بیٹھی ہوئی تھی، ان کا ہر کام آسانی سے ہو جاتا تھا، کوئی شخص ان کے خلاف کاروائی کرنے کی ہمت نہیں کرتا تھا۔ اس خاندان کا اتحاد اور اس کی طاقت لوگوں کے درمیان ضرب المثل بن گئی تھی۔ لڑکوں کا باپ بوڑھا ہو کر مرض الموت میں مبتلا ہوا تو اس کو سب سے زیادہ اندیشہ یہ ہوا کہ اس کے بعد اس کے لڑکے باہمی اختلاف کا شکار ہو کر الگ الگ نہ ہو جائیں اور اس طرح اپنے آپ کو کمزور کرلیں۔ سوچتے سوچتے ایک تدبیر اس کے ذہن میں آئی، اس نے ایک روز تمام لڑکوں کو بلایا اور کہا کہ دیکھو اب میں بہت جلد مر جاؤں گا، میں تم لوگوں کو ایک سبق دینا چاہتا ہوں، اگر تم میرے اس سبق کو یاد رکھو گے تو زندگی میں کبھی ناکام نہ ہو گے۔ اس

*مدیر تحریر ماہ نامہ الاصلاح کریم نگر

کے بعد اس نے ایک موٹی رسی نکالی اور کہا کہ اس کو توڑ و۔

ہر ایک نے باری باری کوشش کی ،مگر پورا زور لگانے کے بعد بھی کوئی اسے توڑ نہ سکا،اس کے بعد سب نے مل کر اس کو توڑنے کی کوشش کی ،مگر وہ اب بھی کامیاب نہ ہوئے۔اب بوڑھے باپ نے یہ کہا کہ رسی کو کھولا جائے تو اس کی دس لڑلیاں الگ الگ ہوگئیں ،اس نے ایک ایک لڑی ہر لڑکے کو دے کر کہا کہ اسے توڑو،اب معاملہ آسان تھا۔ہر لڑکے نے معمولی کوشش سے اپنی اپنی رسی توڑ ڈالی۔یکجا لڑیوں کوئی توڑ نہ سکا۔مگر منتشر کو ہر ایک نے توڑ کر دو ٹکڑے کر دیا۔اس تجربہ کے بعد باپ اپنے بیٹوں سے مخاطب ہوا،اس نے کہا: دیکھو جب تک رسی کی دس لڑلیاں ایک ساتھ ملی ہوئی تھیں ،تم لوگ اسے توڑنے میں کامیاب نہ ہوسکے،مگر وہی رسی جب الگ الگ لڑیوں میں بٹ گئی توتم میں سے ہر شخص نے بہ آسانی اسے توڑ ڈالا۔اس مثال سے تم اپنا معاملہ سمجھ سکتے ہو،تم دس بھائی ہو،گویا یہ رسی کی دس لڑیاں ہیں جو اب تک ایک ساتھ ملی رہی ہیں،اس لئے تم لوگ ہر جگہ طاقت ور ثابت ہوتے رہے،کوئی تمہارا کچھ بگاڑ نہ سکا،اگر تم لوگ اسی طرح ایک ساتھ ملے رہو گے تو ہرگز کوئی تم کو توڑ نہ سکے گا،اور اگر تم الگ الگ ہو گئے تو تمہارے دشمن تم کو اسی طرح ایک ایک کر کے توڑ ڈالیں گے جس طرح تم نے رسی کی لڑیوں کو الگ الگ ہونے کے بعد توڑ دیا۔(اتحاد ملت:۲۹)

مسلمانوں کی شان ان کے آپسی اتحاد و اتفاق میں ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی مبارک تعلیمات کے ذریعہ مسلمانوں کو شیر وشکر کی طرح جوڑا اور ایک کیا اور قرآن وحدیث میں اتحاد و اتفاق کی ترغیب بھی دلائی گئی۔امت نے جب تک اتحاد و اتفاق کی اہمیت کو سمجھا وہ باطل کے سامنے سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن کر کھڑے رہے اور جب میں ان انتشار اور خانہ جنگی شروع ہوئی اور آپسی تنازعات پیدا ہونے لگے اور بہانے بنا کر ایک دوسرے کے خلاف محاذ آرائی کرنا شروع کیا تو زوال اور ذلت مقدر بن گیا، ناکامی و نامرادی سے دوچار ہونا پڑا،اس بات کا تجزیہ کرتے ہوئے شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ نے اس وقت فرمایا وجب وہ مالٹا کی جیل سے رہا ہوئے جنہیں تحریکِ آزادی کے سرخیل ہونے کی وجہ سے طرح طرح کی صعوبتوں کو برداشت کرنا پڑا تھا جن میں سے ایک مالٹا کی قید وبند کی زندگی ہے، جب وہ وہاں سے دارالعلوم دیوبند آئے اور علماء وطلباء کے ایک بڑے مجمع میں فرمایا کہ: ہم نے مالٹا کی زندگی میں دوسبق سیکھے ہیں اور فرمایا: میں نے جہاں تک جیل کی تنہائیوں میں اس پر غور کیا کہ پوری دنیا میں مسلمان دینی اور دنیوی لحاظ سے کیوں تباہ ہورہے ہیں تو اس کے دوسبب معلوم ہوئے ،ایک ان کا قرآن چھوڑ دینا ،دوسرے ان کے آپس کے اختلافات اور خانہ جنگی،اس لئے میں وہیں سے یہ عزم لے کر آیا ہوں کہ اپنی باقی زندگی اس کام میں صرف کروں کہ قرآب کریم کو لفظاً اور معناً عام کیا

جائے۔بچوں کے لئےلفظی تعلیم کے مکاتب ہر بستی بستی قائم کئے جائیں۔بڑوں کو درس قرآن کی صورت میں اس کے معانی سے روشناس کرایا جائے اورقرآنی تعلیمات پر عمل کے لئے آمادہ کیا جائے۔اورمسلمانوں کے باہمی جنگ وجدال کوکسی قیمت برداشت نہ کیا جائے۔(وحدتِ امت:۳۹)

علامہ اقبالؒ نے بہت خوب کہا تھا:

منفعت ایک ہےاس قوم کا نقصان بھی ایک
ایک ہی سب کا نبی دین بھی ایمان بھی ایک
حرم پاک بھی، اللہ بھی، قرآن بھی ایک
کچھ بڑی بات تھی ہوتے جومسلمان بھی ایک
فرقہ بندی ہے کہیں اور کہیں ذاتیں ہیں
کیازمانے میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں

اسلام ایمان والوں کومتحدرہنےاوراللہ کی رسی کومضبوطی سے تھامنے کاحکم بھی دیااور اسلام نے جوبےمثال اتحاد پیدافرمایااورٹوٹے دلوں کوجوڑا،بکھرے ہوئے انسانوں کو ایک جگہ کیااس کو بیان کرتے ہوئے قرآن کریم میں فرمایا گیا:واعتصموابحبل اللہ جمیعا ولاتفرقوا واذکروا نعمت اللہ علیکم اذکنتم اعداء فالف بین قلوبکم

فاصبحتم بنعمته اخوانا۔(آل عمران: ۱۰۳)اور اللہ کی رسی کو سب مل کر مضبوطی سے تھامے رکھو، اور آپس میں پھوٹ نہ ڈالو، اور اللہ نے تم پر جو انعام کیا ہے اسے یاد رکھو کہ ایک وقت جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے، پھر اللہ نے تمہارے دلوں کو جوڑ دیا اور تم اللہ کے فضل سے بھائی بھائی بن گئے۔

اس وقت ہمارے اتحاد کا امتحان ہے، کیوں کہ 13 اپریل کو ہماری ریاست میں لوک سبھا الیکشن ہونے والا ہے، ویسے پورے ملک میں الگ الگ تاریخوں میں ووٹنگ ہو رہی ہے، اور بہت سی ریاستوں میں ووٹنگ ہو بھی چکی ہے اور چند ریاستوں میں ہونے والی ہے۔ یہ اس ملک کی تاریخ کا اہم ترین الیکشن ہے، مفکرین کا کہنا ہے کہ آزادی کے بعد یہ پہلا موقع ہے جس میں انتخابات ایک تاریخ ساز موڑ پر ہے، ظالم طاقتوں کے ظلم وجور کو ختم کرنے، ملک کی امن وسلامتی کی بقا، دستور وحقوق کے تحفظ کے لئے پورے اتحاد کے ساتھ مسلمانوں کو بالخصوص ووٹ کے استعمال کرنے کی سخت ضرورت ہے، ہماری معمولی کوتاہی اور لاپرواہی سنگین نتائج سے دوچار کرے گی۔

مسلمان ویسے ووٹ کے استعمال کرنے اور حق رائے سے فائدہ اٹھانے میں غافل ثابت ہوئے ہیں، مسلمانوں کی بڑی تعداد غفلت میں ووٹ ڈالنے سے ہی بے خبر رہتی ہیں، جب کہ گذشتہ کئی مہینوں بلکہ اسمبلی انتخابات سے قبل سے ہی علماء ومفکرین ملت

کو اس سلسلہ میں بیدار کرتے آئے ہیں اور ووٹ کے استعمال کرنے کی طرف ہر ممکن اعتبار سے توجہ دلاتے رہے ہیں۔اس کے باوجود بھی لاپراہی کے نمونے ہمارے سامنے ہیں۔مزید برآں یہ ہے کہ مسلمانوں کا ووٹ بکھر جاتا ہے، مسلمان جلد ہی لالچ اور مادی منفعت کے سبز باغ سے متاثر ہوکر اپنے ضمیر کا سودا کرنے سے دریغ نہیں کرتے، ہرسیاسی جماعت کا نمائندہ مسلمانوں کو لبھانے کی کوشش میں کامیاب ہوجاتے ہیں، اوران سیاسی نمائندوں ولیڈروں کے چمچے مسلمانوں کے ووٹ کا سودا بھی آسانی کے ساتھ کردیتے ہیں۔لیکن اس مرتبہ کی صورت حال بہت مختلف ہے، اس موقع پر نہ ہمیں ووٹ ڈالنے سے پیچھے رہنا ہے اور نہ ہی ووٹ کو بٹنے و تقسیم ہونے دینا ہے۔

ہمارا ووٹ ان شاء اللہ ملک کی تاریخ رقم کرنے والا ہوگا، ہم اپنے ووٹ کا صحیح استعمال کر کے ظالم حکومتوں کو اقتدار سے محروم کرسکتے ہیں، ہم اپنے ووٹ کے ذریعے ملک کی سلامتی، امن وانصاف کے قیام اور حقوق ودستور کے تحفظ کے لئے اہم کردار ادا کرسکتے ہیں۔یہ صحیح بات ہے کہ کوئی سیاسی جماعت مسلمانوں کے حق میں صد فی صد مخلص اور ہمدرد نہیں ہے لیکن ہمیں ایسے موقع پر اس اصول کو فراموش نہیں کرنا چاہیے کہ ہمیں کم مُضر اور نقصان دہ کا انتخاب کرنا ہے اور ایسی جماعت کے حق میں اپنے ووٹ کو استعمال کرنا ہے جو ملکی سطح پر ظالم جماعت کا مقابلہ کرسکے، ہمارے ووٹ غیر مستحکم اور غیر

ملحق مقامی جماعتوں کے حق میں چلا جائے گا تو اس کے نتیجے میں ہم فرقہ پرست جماعت کو کامیاب ہونے سے نہیں روک سکتے۔

گذشتہ دس سالہ کارکردگی، تفرقہ وتعصب کی سیاست، ظلم وانصافی، حقوق سلبی، بے روزگاری اور امن وامان کی تباہی، بے قصوروں کی اموات، مسلمانوں کی املاک بربادی کی داستانِ الم ہمارے سامنے ہیں اس کو پیش نظر رکھ کر ملک وملت کی بھلائی وخیر خواہی کے سچے جذبے اور دین وشریعت کے خلاف ہونے والی سازشوں کے خلاف متحد ہو کر اپنے ووٹ کو استعمال کریں۔کوشش کرنا ہمارا کام ہے، نتائج ظاہر کرنا کائنات کے خالق ومالک پروردگار عالم کے قبضہ میں ہیں۔ظاہری تدبیروں، عملی کوششوں کے ساتھ رب تعالی کی بارگاہ میں دست بہ دعا رہنا، خیر وسلامتی کے لئے التجائیں کرنا ہماری ذمہ داری ہے۔شاعر نے خوب کہا ہے:

ے متحد ہو تو بدل ڈالو دنیا کا نظام منتشر ہو تو مرو شور مچاتے کیوں ہو

درس قرآن

گواہی کومت چھپاؤ!

از: مفتی محمد یونس القاسمی

وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ ۚ وَمَن يَكْتُمْهَا فَإِنَّهُ آثِمٌ قَلْبُهُ ۗ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ ۔(البقرة: ۲۸۳)

ترجمہ: ''اور تم گواہی کو نہ چھپاؤ۔اور جو گواہی کو چھپائے تو وہ گنہ گار دل کا حامل ہے ۔اور جو عمل بھی تم کرتے ہو اللہ تعالی اس سے خوب واقف ہے۔''

تشریح: کسی معاملہ میں گواہی دینا شریعت کا ایک اہم ترین عمل ہے۔اس سلسلہ میں کوتاہی کرنے سے سختی سے منع کیا گیا ہے۔قرآن کریم میں اس سلسلہ میں مستقل ہدایات اور تعلیمات دی گئیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اپنے گراں قدر ارشادات میں اس کی اہمیت کو بیان فرمایا۔قرآن کریم نے سورۂ طلاق میں ذکر کیا گیا: وَأَقِيمُوا

*ناظم مدرسہ عربیہ اشرف العلوم کریم نگر

ٱلشَّهَٰدَةَ لِلَّهِۚ ذَٰلِكُمۡ يُوعَظُ بِهِۦ مَن كَانَ يُؤۡمِنُ بِٱللَّهِ وَٱلۡيَوۡمِ ٱلۡأٓخِرِۚ۔(الطلاق:۲)اور اللہ کی خاطر سیدھی سیدھی گواہی دو۔لوگو! یہ وہ بات ہے جس کی نصیحت اُس شخص کوکی جارہی ہے جواللہ پراور یومِ آخرت پرایمان رکھتاہو۔‘‘

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سچی گواہی دینے کاحکم دیااور جھوٹی گواہی سے بچنے کی تاکید فرمائی۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کاارشاد ہے:’’کیا میں تمہیں اکبرالکبائر(گناہوں) کی خبر نہ دے دوں؟صحابہ نے عرض کیا کہ ضرور اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم !تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے ساتھ شرک کرنا،اوروالدین کی نافرمانی،اورآپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ٹیک لگاکر بیٹھے ہوئے تھے(اس کے بعد) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (سیدھے ہوکر) بیٹھ گئے ،پھر فرمایا کہ خبردارہوجاؤاور(ایک بدترین کبیرہ گناہ) جھوٹی گواہی ہے۔خبردار ہوجاؤاور(ای بدترین گناہ) جھوٹی بات ہےاورجھوٹی گواہی ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ بات باربار دہراتے رہے۔(بخاری:حدیث نمبر:۵۹۷۶،کتاب الادب ،باب:عقوق الوالدین من الکبائر)حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کبیرہ گناہوں کے بارے میں سوال کیا گیا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:اللہ کے ساتھ شرک کرنا،والدین کی نافرمانی کرنا،اورکسی جان کو(ناحق)قتل کرنا،اورجھوٹی (وناحق) گواہی دینا۔(بخاری:حدیث نمبر۲۶۵۳)

گواہی کے سلسلہ میں بہت سی آیات واحادیث ہیں اور اس کے مستقل احکام بیان کئے گئے ،سردست ہمارے ملک میں پارلیمانی انتخابات چل رہے ہیں ،اسی مناسبت سے ہمیں اپنے ووٹ کی حیثیت کو بھی جاننا چاہیے کہ فقہاء کرام نے قرآن وسنت کی روشنی میں ووٹ کی حیثیت کو مختلف اعتبار سے بیان کیا ہے،جن میں سے ایک ووٹ گواہی ہے ۔اس سلسلہ میں مفتی اعظم حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں:''کسی امیدوار ممبری کو ووٹ دینے کی از روئے قرآن وحدیث چند حیثیتیں ہیں:ایک حیثیت شہادت کی ہے کہ ووٹر جس شخص کو اپنا ووٹ دے رہا ہے،اس کے متعلق اس کی شہادت دے رہا ہے کہ یہ شخص اس کام کی قابلیت بھی رکھتا ہے اور دیانت اور امانت بھی اور اگر واقع میں اس شخص کے اندر یہ صفات نہیں ہیں اور ووٹر یہ جانتے ہوئے اس کو ووٹ دیتا ہے تو وہ ایک جھوٹی شہادت ہے ،جو سخت گناہ اور وبال دنیا وآخرت ہے۔(جواہر الفقہ :۵/۵۳۳)

شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ لکھتے ہیں:''شرعی اعتبار سے ''ووٹ''ایک شہادت ہے،آپ جس شخص کو اپنا ووٹ دیتے ہیں گویا اس بارے میں یہ گواہی دیتے ہیں کہ یہ شخص آپ کی نظر میں اسمبلی کی رکنیت یا حکومت کا اہل ہے اور آپ کے حلقہ انتخاب میں آپ کے نزدیک اس منصب کے لئے اس شخص سے زیادہ کوئی موزوں نہیں

ہے۔لہذا ووٹ پر شرعی اعتبار سے وہ تمام احکام جاری ہوتے ہیں جو شہادت پر جاری ہوتے ہیں۔‘‘(اسلام اور سیاست حاضرہ:٦)

فقیہ العصر حضرت مولانا خالد سیف رحمانی صاحب مدظلہ رقم طراز ہیں:’’الیکشن میں حصہ لینے کا ایک پہلو یہ ہے کہ مسلمان زیادہ سے زیادہ ووٹ ڈالنے کی کوشش کریں، یہ اس لئے بھی ضروری ہے کہ بعض اہل علم نے ووٹ کو گواہی کے حکم میں رکھا ہے ،گواہی دینا بہ وقت ضرورت واجب ہے۔‘‘(شمع فروزاں، روز نامہ منصف حیدرآباد:٢٦ اپریل ٢٠٢٤ء)

ووٹ ڈالنا گواہی ہے،اسی لئے ووٹ ڈالنا بھی ضروری ہے اور صحیح ڈالنے کا اہتمام کرنا بھی ضروری ہے۔

درس حدیث

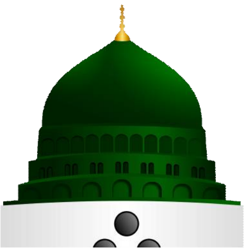

ظالم کو ظلم سے روکو!

از: مولانا محمد عمر فاروق قاسمی

عَنْ اَبِیْ بَکْرِ الصِّدِّیْقِ اَنَّهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ یَقُوْلُ اِنَّ النَّاسَ اِذَا رَاَوُا الظَّالِمَ فَلَمْ یَاْخُذُوْا عَلٰی یَدَیْهِ اَوْشَکَ اَنْ یَعُمَّهُمُ اللّٰہُ بِعِقَابٍ مِنْهُ۔ (سنن ترمذی: حدیث نمبر: ۲۱۶۸)

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب لوگ کسی ظالم کو دیکھیں اور ظلم سے اس کا ہاتھ نہ روکیں تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اُن سب پر اپنا عذاب عام کردیں۔

تشریح: ظلم اللہ تعالیٰ کو بالکل کو پسند نہیں ہے، وہ اپنے بندوں کو زیادہ دیر تک ظلم وستم میں مبتلا نہیں رکھتا، جب ظالم کا ظلم بڑھتا ہے تو پھر انتقام سے بھی وہ دوچار ہوتا ہے۔ جس طرح ظلم کرنا ایک سنگین گناہ اور سخت جرم ہے، اسی طرح قدرت واستطاعت کے باوجود ظلم کو ہوتا ہوا دیکھ کر خاموش رہنا اور اس کو روکنے کی ممکنہ کوشش نہ کرنا بھی نہایت درجہ بُرا عمل

*مدیر ماہ نامہ الاصلاح کریم نگر

ہے۔ بلکہ موجبِ وبال اور باعثِ عذاب ہے۔

حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی طرف اشارہ فرمایا کہ جب ظلم کو قدرت کے باوجود نہ روکے تو عمومی عذاب انسانوں پر آتا ہے، جس کی لپیٹ میں ظالم تو آئیں گے ہی ساتھ میں وہ لوگ بھی شکار ہوں گے جنہوں نے اگرچہ ظلم نہیں کیا لیکن ظلم کو روکنے کی کوئی کوشش نہیں کی۔ قرآن کریم میں فرمایا گیا: واتقوا فتنة لا تصیبن الذین ظلموا منکم خاصة واعلموا ان اللہ شدید العقاب۔ (الانفال:۲۵) ''اور ڈرو اُس وبال سے جو تم میں سے صرف اُن ہی لوگوں پر نہیں پڑے گا جنہوں نے ظلم کیا ہوگا، اور جان رکھو کہ اللہ کا عذاب بڑا سخت ہے۔'' حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا کہ اللہ تعالی نے مسلمانوں کو اس کا حکم دیا ہے کہ کسی جرم وگناہ کو اپنے ماحول میں قائم نہ رہنے دیں، کیوں کہ اگر انہوں نے ایسا نہ کیا یعنی جرم وگناہ دیکھتے ہوئے باوجود قدرت کے اُس کو منع نہ کیا تو اللہ تعالی اُن سب پر اپنا عذاب عام کردیں گے جس سے نہ گناہ گار بچیں گے نہ بے گناہ۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت عائشہ صدیقہؓ سے یہ روایت منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالی کسی خاص جماعت کے گناہ کا عذاب عام لوگوں پر نہیں ڈالتے، جب تک کہ ایسی صورت پیدا نہ ہوجائے کہ وہ اپنے ماحول میں گناہ ہوتا ہوا دیکھیں اور اُن کو یہ قدرت بھی ہو کہ اُس کو روک سکیں اس کے باوجود اُنہوں نے اس کو

روکا نہیں تو اس وقت اللہ تعالی کا عذاب ان سب کو گھیر لیتا ہے۔(معارف القرآن:۴/۲۱۲)

اسی طرح مظلوم کی مدد کرنا اور ظالم کو ظلم سے روکنے کے سلسلہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مشہور ارشاد ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مرتبہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مجمع میں فرمایا:انصر اخاک ظالما اور مظلوما۔کہ اپنے بھائی کی مدد کرو،چاہے وہ ظالم ہو یا مظلوم۔تو ایک صحابی نے عرض کیا:اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!اگر بھائی مظلوم ہے تو میں اس کی مدد کروں گا؛لیکن اگر وہ ظالم ہو تو اس کی مدد کیسے کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے جواب میں ارشاد فرمایا:تحجزہ اوتمنعہ عن الظلم فان ذلک نصرہ۔(صحیح بخاری:۶۹۵۲)کہ تم اس ظالم کو ظلم سے روکو،یہی اس کی مدد کرنا ہے۔

ظلم چاہے حکمرانوں کا ہو یا آپس میں ایک دوسرے کے حقوق ضائع کرنے کا ظلم ہو ،ہر طرح کے ظلم سے بچنا اور ظلم کو معاشرہ میں پھیلنے سے روکنا ضروری ہے۔کیوں کہ ظلم کا انجام بہت برا ہے اور ظالم دنیا و آخرت میں سخت ترین سزا میں مبتلا کئے جائیں گے۔ظلم کو روکنے اور ظالم کے خلاف بولنے کی جتنی قوت و طاقت ہے اس کو استعمال کرتے ہوئے کوشش کرنا یہ ہر انسان کی ذمہ داری ہے۔

افادات

تو نے پوچھی ہے امامت کی حقیقت مجھ سے

افادات: حضرت مولانا سید احمد ومیض ندوی نقشبندی

ضبط وترتیب: مفتی محمد صادق حسین قاسمی

25 اپریل 2024ء مطابق 15 شوال المکرم 1445ھ جمعیۃ علماء ضلع کریم نگر کے زیر اہتمام نو فارغ فضلاء مدارس کے تہنیتی اجلاس سے مہمان خصوصی ریاست کے ممتاز عالم دین، درجنوں کتابوں کے عظیم مصنف، مقبول استاذ ومقرر اور ہر دل عزیز شخصیت حضرت مولانا سید احمد ومیض صاحب ندوی نقشبندی (استاد حدیث دار العلوم حیدرآباد، خلیفہ حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی، مدیر ماہ نامہ ضیاء علم حیدرآباد) نے شرکت کی اور اپنے جامع وفکر انگیز خطاب سے علماء، طلباء، اساتذہ اور ائمہ کو مستفید فرمایا۔اس قیمتی خطاب کا کچھ حصہ اپنے الفاظ میں افادہ عام کی غرض سے قارئین کی

خدمت میں پیش کیا جارہا ہے۔ مدارس کے تعلیمی سال کا آغاز ہے اور بہت سے علماء مختلف علاقوں میں عالمیت کی تکمیل کرکے آئیں ہیں، قدیم وجدید ہر عالم دین کے لئے یہ ہدایات اور رہنمایانہ ارشادات ان شاء اللہ مفید ہوں گے اور ان قیمتی تجرباتی اور فکری باتوں سے مسافران علم نئ روشنی حاصل کرسکیں گے۔

تہنیت الفضلاء مستحسن اقدام:

معزز علماء کرام! میں آپ تمام کو بالخصوص نو فارغ فضلاء کرام کو مبارک باد پیش کرتا ہوں جنہوں نے ملک کی مختلف جامعات سے سندِ فراغت حاصل کی اور عالمیت کی تکمیل کی۔ اور جمعیۃ علماء ضلع کریم نگر کے ذمہ دار کو بھی مبارک باد دیتا ہوں جنہوں نے ان کے اعزاز میں یہ تہنیتی اجلاس منعقد کیا۔ یہ ایک مستحسن اقدام ہے، اس سے ان نو فارغ فضلاء کی حوصلہ افزائی ہوگی، یہ اپنے علاقے کے اکابر علماء کرام سے قربت حاصل کریں گے اور آپسی ربط وتعلق میں استواری پیدا ہوگی۔ ان فضلاء کو اس طرح کے اجلاس سے احساس ہوگا کہ ان کے سینئر اور اکابران سے متعلق کس قدر فکر مند ہیں۔

تذکیر مقصود ہے:

ایک ہے تذکیر اور ایک ہے تقریر، ہم سب ایک ہی میدان کے لوگ ہیں، ہمارے منزلیں ایک ہیں، اور ہم سب ایک ہی منزل کے مسافر ہیں، کوئی جونیئر ہے کوئی سینئر، جو

لوگ برسوں سے اس میدان میں لگے ہیں، ظاہر ہے کہ ان کو عملی تجربہ زیادہ ہوتا ہے، اور جو نئے فارغین ہیں وہ اب عملی میدان میں قدم رکھنے جا رہے ہیں، تو آج مذاکرہ کی نوعیت سے کچھ باتیں عرض کرنی ہیں، جو علماء کرام عرصے سے عملی میدان میں لگے ہوئے ہوں ان کے کچھ مشاہدات، تجربات اور کچھ اُن کی زندگی میں پیش آئی چیزیں آپ کے سامنے پیش کرنا مقصود ہیں، نا آپ کو نصیحت کرنا مقصود ہے اور نہ کوئی بڑا بیان کرنا۔ اللہ تبارک وتعالی کہنے اور سننے حق نیت کی توفیق عطا فرمائے، اور ہمارے اس بیٹھنے کو قبول فرمائے۔

مجھ سے قبل آپ نے حضرت مولانا خواجہ کلیم الدین صاحب اسعدی دامت برکاتہم کے خطاب کو سنا، جس میں حضرت مولانا قاری صدیق احمد صاحب باندویؒ کا تذکرہ اور حالات کا والہانہ بیان تھا، اُس وقت میرے ذہن میں یہ شعر گردش کر رہا تھا جو امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں کہا گیا، بڑا مشہور شعر ہے:

اَعِدْ ذِکْرَ نُعْمَان لَنَا اِنَّ ذِکْرَہُ

ھُوَ الْمِسْکُ مَاکَرَّرْتَہُ یَتَضَوَّعُ

(کہ نعمان ابن ثابتؒ کا ذکر ہمارے سامنے کرتے جاؤ، یہ تو مشک ہے کہ جتنا کرو گے، اتنی خوشبو پھوٹتی جائے گی)

حضرت قاری صاحبؒ کے حوالے سے جو باتیں آئی ہیں، اگر آپ ان باتوں کو ہی

لیں تو ایک پیغام لے کر جائیں گے، میں سمجھتا ہوں کہ اس سے آج کے اس اجلاس کی قیمت وصول ہوگئی۔

بافیض کیسے بنیں:

میرے معزز علماء کرام! اپنے اسلاف کے نقش قدم پر جتنا چلیں گے، اُتنا ہم ہماری عملی اور آنے والی زندگی میں کامیاب ہوں گے۔ ہمارے ندوہ کے زمانہ طالبعلمی میں ہمارے اساتذہ میں ایک شخصیت تھیں حضرت مولانا زکریا سنبھلی صاحب مدظلہ وہ مسلم شریف کے منتخب پڑھاتے تھے، ندوہ میں آنے سے پہلے ایک عرصے تک وہ ہتھورا میں مدرس تھے، اور ان کی خاص بات یہ ہوتی درس کے دوران وقتاً فوقتاً حضرت قاری صاحبؒ کا ذکر کرتے تھے، اور سب کی آنکھیں بھیگ جاتی تھیں، طلبا سب متاثر ہوتے تھے۔ ہمارے اکابر میں اہل اللہ اور مشائخ کی کمی نہیں، ماشاءاللہ بہت مشائخ ہیں، لیکن حضرت قاری صدیق احمد صاحبؒ باندوی کی جو شان ہے وہ بہت مختلف ہے۔

معزز علماء کرام! اگر آپ بافیض بننا چاہتے ہیں، آپ اگر یہ چاہتے ہیں کہ امت آپ سے خوب فائدہ اٹھائے، عوام اور خواص آپ پر پروانوں کی طرح نچھاور ہوں تو آپ ہمارے سب سے بڑے آئیڈیل تو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مبارک ہے، ان کے بعد جو اُن کے نقش قدم پر جتنا زیادہ چلے وہ ہمارے لئے آئیڈیل ہے۔ اللہ تبارک

وتعالی نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صحابہ کرامؓ کو نچھاور فرمایا۔اس کی ایک وجہ قرآن کریم میں ذکر کی گئی،فبما رحمۃ من اللہ لنت لھم ۔(ال عمران:۱۵۹)اگرآپ بافیض بننا چاہتے ہیں اس آیت کواپنے سامنے رکھیں۔تواضع ،سادگی یہ آدمی کی ترقی کا راز ہے۔آدمی کی قبولیت عنداللہ وعندالناس کے لئے ،تواضع،نرمی ،بے نفسی اور اپنے آپ کو بچھادینا ہے،جتنا یہ صفت آپ کے اندر ہوگی،آپ علماء میں بھی مقبول ہوں گےاورعوام میں بھی مقبول ہوں گے،اورآپ کا فیض اللہ تعالی خوب پھیلائے گا،اتنا پھیلائیں گے آپ تصور بھی نہیں کریں گے۔

اہل اللہ سے تعلق کی ضرورت:

آج کے معاشرہ میں ہم علماء کرام کے اندراسی چیز کی کمی ہے۔کوئی سننے کے لئے تیارنہیں ہے،کوئی اپنے کومحتاجِ اصلاح سمجھنے کے لئے تیارنہیں ہے،کوئی اپنے کودوسرے کے تابع کرنے کے لئے تیارنہیں ہے۔ہم اپنے بزرگوں سے دارالعلوم دیوبند کے بارے میں سنتے رہتے ہیں کہ وہاں کا طباخ بھی صاحبِ نسبت ہوتا تھا،کوئی اپنے آپ کو اللہ والے سے جوڑے بغیرنہیں رہتا تھا۔ہماری صورت حال ایسی ہے کہ ہم کسی اللہ والے سے وابستہ ہونے کوضروری نہیں سمجھتے۔کوئی چیزآدمی کومثلاتواضع ہے،نرمی ہے،بے نفسی ہے ظاہر ہے کہ یہ چیز آدمی کے اندرایسے ہی نہیں آتی ،اس کے لئےآدمی کو

رگڑے کھانا پڑتا ہے، پہلے زمانے میں ہمارے مشائخ خانقاہوں میں رکھ کر ایک ایک رذیلے میں نکالتے تھے،اس کے لئے محنت کرتے تھے،اورلوگ کئی کئی سال اپنے آپ کو خانقاہ کے لئے وقف کرتے تھے۔آج صورت حال ایسی بالکل نہیں ہے۔

کامیاب عالم کب بنیں گے؟

اگر آپ امامت کررہے ہوں تو نرم بن جایئے،قوم کے لئے بچھ جانے کا مزاج بنایئے،اپنے آپ کوقوم میں گھل مل کر کام کرنے کا مزاج پیدا کیجیے،قوم آپ پر نچھاور ہوگی،لوگ آپ کے دیوانے ہوں گےاورلوگوں کو کہنے کی ضرورت نہیں پڑے گی،لوگ خودآپ سے قریب ہوتے چلے جائیں گے،یہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اورخود اللہ کا بتایا ہوا فارمولہ ہے۔

ایک مولوی کا بڑا کام عوام سے رابطے کا ہے،عوامی رابطے کے لئے بنیادی چیز ہمارے اندر تواضع کا ہونا،نرمی کا ہونااور بے لوث قریب ہونے کا مزاج ہوناہے۔ ہمارے ائمہ حضرات ناکامی کا سامنا کرتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ بس پانچ منٹ باقی ہیں تو آگئے،اورفرض نماز پڑھایااورفورامسجد سے نکل گئے،اس کے بعد مصلیوں اور مقتدیوں سے کوئی تعلق نہیں،ایسی امامت سے فائدہ نہیں ہوگا،امامت ایسی ہونی چاہئے کہ امام پورے محلے والوں سے رابطے میں ہوں۔کوئی بیمار ہےاس کی تیمارداری اورکوئی

نظر نہیں آرہا ہے تو اس کی خبر گیری کرنا، محلے کے اطراف میں جو فتنے ابھر رہے ہوں اس کا علم ہونا چاہیے، محلے کے عصری تعلیم کے جو نوجوان ہیں ان کی دینی تعلیم میں دلچسپی لینا۔عوام سے گھل مل کر رہیں گے تو آپ ایک کامیاب امام ہوں گے۔

امامت کی قدر کریں:

اور یاد رکھیے امامت کوئی معمولی چیز نہیں ہے، بہت سے ہمارے علماء امامت کو معمولی سمجھتے ہیں، امامت بہت بڑی چیز ہے۔ہمارے استا محترم حضرت مفتی اشرف علی صاحب باقویؒ عام طور پر فرماتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جتنی سنتیں ہیں ہر سنت میں کچھ نہ کچھ تبدیلی آچکی ہے یا نظر آتی ہے، امامت کے ایک واحد سنت ہے جس میں کوئی تبدیلی نہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جیسے کر کے بتایا ہو بہو ایک امام ویسے ہی کرتا ہے، اور امامت کیا ہے؟ ہم انبیاء کے وارث کہتے ہیں، انبیاء کی جانشینی کیا ہے؟ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب تک باحیات رہے امامت کرتے رہے، اور آپ کے بعد مسلمانوں کے خلیفہ بننے والے ان کو امامت کے لئے کہا گیا۔خلافت راشدہ میں جو خلیفہ ہوتا تھا جامع مسجد میں وہی امام ہوتا تھا۔معمولی کام نہیں ہے امامت، بہت بڑی چیز ہے۔علماء کرام ہم کے لئے عوامی خدمت کے لئے جتنا بڑا فائدہ امامت کے ذریعے حاصل ہوتا ہے کسی اور ذریعے سے حاصل نہیں ہوتا۔

استقامت کے ساتھ خدمات میں لگے رہیں:

ہمارے علماء کرام کو میں ایک بات کی طرف توجہ دلاؤں گا کہ آپ چاہے امامت کریں، یا آپ مدرسہ میں پڑھائیں، یا کوئی بھی خدمت سے وابستہ ہوں، یاد رکھیے آپ اگر کسی ایک خدمت سے جڑ کر مستقل رہیں گے تو آپ کو ترقی کے مواقع نصیب ہوں گے۔ تھوڑے دن کسی مدرسہ میں اور تھوڑے دن کسی اور مدرسہ میں، یہ جو چکر کاٹنے کی عادت ہے اس سے آدمی کو ترقی نہیں ملتی، ترقی استقامت سے حاصل ہوتی ہے ہر عمل کے اندر استقامت اگر ہوگی تو آدمی ترقی کرتا ہے۔ ایک ادارہ اور ایک جگہ سے وابستہ ہونے میں برکت ہوتی ہے، اور اس میں آپ کے لئے ترقی کے مواقع ہیں۔ ہمارے نوجوان علماء کرام ہر تھوڑے دن میں کوئی مسئلہ ہوگیا تو پریشان ہوجاتے ہیں۔ مسائل کہاں نہیں ہیں؟ دنیا ہی مسائل کا نام ہے، بس انیس بیس کا فرق ہے، ہم یہ سمجھتے ہیں کہ مسائل مدرسہ اور مسجد کی نوکری میں ہوتے ہیں، یہ غلط ہے، آپ پرائیوٹ کوئی بھی نوکری کرو کچھ نہ کچھ مسائل ہوتے ہیں۔ پہلے انتخاب سوچ سمجھ کر کرنا چاہیے کہ مجھے کون سے میدان کا انتخاب کرنا ہے؟ تدریسی میدان کا کرنا ہے؟ یا امامت کے میدان کا؟ یا تنظیمی یا تحریکی میدان کا؟ اپنی صلاحیت اور استعداد کے مطابق سوچ سمجھ کر کریں، اور جب کسی ایک چیز کا انتخاب کرلیں تو یہ طے کرلیں کہ مجھے اسی میں رہنا ہے اور استقامت کے ساتھ مجھے کام

کرنا ہے۔

تحمل مزاجی اور قوتِ برداشت پیدا کریں:

علماء کرام یاد رکھیں کہ جب تک ہمارے اندر تحمل کا مزاج نہیں ہوگا، دینی خدمات میں درک اور استقامت آپ کے اندر نہیں آئی گی۔تحمل انتہائی ضروری ہے۔دارالعلوم حیدرآباد کے شیخ الحدیث ہمارے استاد محترم حضرت مولانا حسیب الرحمن صاحبؒ کے ملفوظات بہت زبردست، مختصر اور معنی خیز ہوا کرتے تھے۔وہ اساتذہ سے کہا کرتے تھے کہ ملازمت کے لئے آدمی کو ملازمت کا ذہن بنانا چاہیے، ملازمت کے اندر خود لزوم کا مفہوم ہے۔‘‘جب ملازمت ہم کر رہے ہوں گے ظاہر ہے اس میں لامحالہ مسائل آئیں گے اور ان مسائل کے لئے ہمارے اندر تحمل کا مزاج ہونا ضروری ہے۔تحمل کے مزاج کے بغیر آپ نہ ایک کامیاب امام بن سکتے ہیں، نہ آپ ایک کامیاب مدرس بن سکتے ہیں نہ کسی تحریک اور تنظیم کے اندر ایک کامیاب کارکن بن سکتے ہیں بلکہ تحمل اور قوتِ برداشت کے بغیر آپ ایک کامیاب شوہر بھی نہیں بن سکتے۔

کسی بھی خدمت کو حقیر نہ سمجھیں:

کسی بھی دینی خدمت کو کم تر نہ سمجھیں، ہر ایک کی صلاحیتیں الگ الگ ہیں، کبھی ایسا ہوتا ہے کہ آدمی تدریس کا خواہش مند ہوتا ہے مگر مدرسوں میں کہیں جگہ نہیں ہے، لیکن

امامت کی جگہ خالی ہے تو ایسی صورت میں امامت کو ترجیح دی جائے،کوئی حرج کی بات نہیں ہے۔ ہمارے علاقے کے علماء کرام کا ایک بہت بڑا مسئلہ ہے وہ یہ ہے کہ ہم لوگ دیہاتوں میں ،اپنے وطن کے اطراف کے منڈلوں میں جاکر کام کرنے کے لئے آمادہ نہیں ہوتے،اس مزاج کو بھی ختم کرنے کی ضرورت ہے۔

کام کیجیے، بے کار مت رہیے:

معزز علماء کرام! آپ سے ہماری گزارش ہے کہ اللہ کے لئے بے کار مت رہیے،کوئی نہ کوئی کام کیجئے ،اگر آپ کچھ نہیں کر سکتے تو کم از کم ایک کام بہت آسان ہے وہ ہے کہ آپ اپنے محلے میں مکتب شروع کیجیے۔آج کے دور میں مکتب کی تعلیم بہت بڑا کام ہے،امت کی نئی نسل کے دین وایمان کو بچانے کا یہ کام ہے، دیکھنے میں معمولی ہے لیکن موجودہ تقاضوں میں بہت اہم تقاضا ہے۔ بہت سارے بڑے علماء کرام سے ہم نے یہ بات سنی کہ اب دارالاقامہ کے نئے مدرسوں کو قائم کرنے کی ضرورت نہیں ہے، البتہ گلی گلی مکاتب قائم کریں۔ایک تو مکتب قائم کرنا آسان ہے،دوسرے ہماری نوے فیصد سے زائد نئی نسل وہ مدرسوں میں نہیں پڑھ رہی ہیں ،اسکولوں میں پڑھ رہی ہیں، ان کو دینی تعلیم سے آراستہ کرنا بھی علماء کی ذمہ داری ہے۔

مکاتب کی اہمیت:

میں بلا مبالغہ عرض کرر ہا ہوں کہ مولانا علی میاں ندویؒ مکاتب کی تعلیم پر بہت زیادہ توجہ دلایا کرتے تھے۔یوپی کے اندر دینی تعلیمی کونسل کے نام سے مولانا علی میاں صاحبؒ کی صدارت میں ایک تحریک چلی،اس کے تحت پورے یوپی کے اندرسیکڑوں مکاتب شروع ہوئے،چناں چہ اس کے اجلاس میں مولانا نے جوتقریریں کی ہیں ان تقریروں کو''تکبیر مسلسل'' کے نام سے شائع کیا گیا ہے۔تو مکاتب کا کام معزز علماء کرام بہت اہم کام ہے اور ہمارے لئے آسان کام بھی ہے۔مکتب کومنظم بنائیں،نصاب اور یونیفارم کے ساتھ۔مکتب شہر میں قائم کریں اور دیہاتوں میں بھی قائم کریں۔

دیہاتوں کا جائزہ لیتے رہیں:

شہر میں اگر آپ کو خطابت کا موقع نہیں مل رہا ہے تو آپ ایک دیہات کا انتخاب کرلیجیے،اور ہر جمعہ پہنچ جائیں اور وہاں خطاب فرمایئے،اس سے امت کو فائدہ ہوگا۔اور ایک بات میں اکثر کہتا ہوں کہ شہر کے علماء اپنے اوپر لازم کرلیں کہ ہفتہ میں ایک دیہات کا دورہ کریں،اپنے طور پر،کسی نماز میں جائیں اور بات کرنے کا موقع ملا تو بات کریں اور دیہات کے حالات سے باخبر رہیں کہ کہیں کوئی فتنہ تو نہیں ہے،اس سے اطراف کے دیہاتوں میں کوئی فتنہ نہیں اٹھے گا۔فتنے عام طور پر ایسے دیہاتوں داخل ہوتے ہیں جہاں ان کو معلوم ہوتا ہے کہ یہاں کوئی مولوی نہیں آتا۔

آن لائن نظام سے فائدہ اٹھائیں:

آج کل آن لائن کے مواقع پیدا ہورہے ہیں، یہ بھی ایک اچھی صورت حال ہے، آن لائن اداروں سے بھی رابطہ کرکے تدریسی خدمات کے مواقع حاصل ہورہے ہوں تو اس سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔

اختراعی کام کا ذہن بنائیں:

ایک عالم دین کام کرنا چاہے تو بہت کچھ کرسکتا ہے، مگر یہ کہ کرنے کا جذبہ ہونا چاہیے، جذبہ نہ ہو تو کچھ نہیں کرسکتا۔ آدمی کا ذہن دینی خدمات میں اختراعی ہونا چاہیے، نئی نئی چیزیں، نئے تقاضے کیا ہیں؟ آج کے حالات کے اعتبار سے، ذہن چلاتے رہنا چاہیے اور جس میدان میں کام کی ضرورت ہے اس میدان میں ہم کو فکر کرنا چاہیے، ایسا نہیں کہ سارے مدرسے کھولنا شروع کردیں، ہر مولوی آرہا ہے اور مدرسہ کھول رہا ہے تو یہ کوئی بات نہیں ہے، نئے تقاضے مثال کے طور پر عصری تعلیم پڑھا ہوا جو طبقہ ہے، کالجوں میں پڑھنے والے جو بچے ہیں، اسی طرح کالجوں کے پڑھے ہوئے بچے ہیں جو نوکری کررہے ہیں ان کی تعلیم کا نظم کریں، کیوں آج ان سے علماء کی دوری بہت ہوگئی ہے۔ جو میدان خالی ہے اس کو پُر کرنے کی فکر کرنا چاہیے۔

اکابر علماء کی ذمہ داری:

ہمارے اکابر علماء کرام کی بھی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے نو فارغ علماء کو خدمات کے مواقع فراہم کریں، مدرسہ میں جگہ ہو تو اس میں موقع دیں یا کہیں امامت کی ضرورت ہو تو اس کا نظم کریں، تہنیت الفضلاء کا اچھا اقدام ہے، ساتھ میں ان کو استعمال کرنے اور ان کی صلاحیتوں سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں، اس سلسلہ میں ہر ضلع کے قدیم علماء کو توجہ دینے کی سخت ضرورت ہے، ورنہ اس کے نتیجے میں اچھی صلاحیت والے علماء دینی خدمات کے بجائے دوسرے میدانوں کا انتخاب کر کے اپنی صلاحیت اور دین داری کو بھی متاثر کر رہے ہیں۔

یہ چند باتیں آپ حضرات کی خدمت میں عرض کی گئیں، اللہ تعالی ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

فکر و دانش

بچوں کو نصیحت کرنے کے تین اہم مواقع

از: مفتی محمد نوید سیف حسامی

نصیحت کرنا ایک آرٹ ہے، نصیحت بلا شبہ زبان سے کی جاتی ہے لیکن ہر بولنے والا شخص درست طریقہ پر نصیحت بھی کر سکے یہ ضروری نہیں ہے، بعض افراد اپنے گمان میں تو نصیحت کر رہے ہوتے ہیں لیکن حقیقت میں وہ سامنے والے کا مذاق اڑانے یا دل دکھانے لگ جاتے ہیں، نصیحت عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی ہی ''بھلا چاہنے'' اور ''خیر خواہی'' کے ہیں، نصیحت صرف سامنے والے کی بھلائی میں دو چار لفظ بول دینے کا نام نہیں بلکہ جس کو نصیحت کی جارہی ہو اس کو خود اپنی بھلائی پر آمادہ کرنے کا نام ہے یعنی نصیحت کرنے والے کی نصیحت کو سن کر وہ خود عمل پر تیار ہو جائے، نصیحت کے اثر دار ہونے کے لئے ضروری ہے کہ موقع محل دیکھ کر نصیحت کی جائے، بسا اوقات بے محل اور بے موقعہ کی جانے والی نصیحت فائدہ کے بجائے نقصان اور نفع کے بجائے ضرر پہونچاتی ہے، اسی

*نائب مدیر ماہ نامہ الاصلاح

لئے نصیحت کرنے والے کو مردم شناسی وموقعہ شناسی کا مکمل نہیں تو تھوڑا تو علم ضرور ہونا چاہئے، خاص کر ایسے وقت جبکہ نصیحت کے مخاطبین چھوٹے بچے ہوں کیونکہ بڑوں کے مقابلے میں بچوں کو نصیحت کرنا ہر ایک کے بس کی بات نہیں ہے، بچے ذہن کے کچے ہوتے ہیں جو بات یا جو طریقہ ان کے دماغوں میں کم عمری ہی میں بیٹھ جاتا ہے یا بٹھا دیا جاتا ہے اس کا اثر تا عمر رہتا ہے لیکن یہاں بھی موقعہ محل اور وقت و ماحول کو ملحوظ رکھنا نہایت ضروری ہوتا ہے، بچے اپنی کم عمری کے باوجود بڑے حساس ہوتے ہیں جس کے نتیجہ میں نصیحت کو طنز اور ناصح کو دشمن سمجھنے میں انہیں دیر نہیں لگتی۔

ہمارے پاس عمومی طور پر والدین یا گھر کے بڑے بچوں کو نصیحت کرتے وقت بچوں کی کیفیت کو مکمل نظر انداز کر دیتے ہیں، جیسے ابھی بچہ اسکول سے تھکا ماندہ گھر آیا ہے اور اس کے گھر میں آتے ہی اس کی کسی غلطی پر اس کو سمجھانا شروع کر دیا جاتا ہے یا وہ کبھی اپنے دوستوں کے ساتھ گھر کے باہر جا رہا ہوتا ہے اس وقت اس کو نصیحت کرنے لگتے ہیں، لڑکیوں کے ساتھ بھی تقریبا یہی رویہ اختیار کیا جاتا ہے، ان نصیحتوں کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ بچے ماننے اور سمجھنے کے بجائے نظر انداز کرنے لگتے ہیں پھر نصیحت اور نصیحت کرنے والے کی کوئی قدر و قیمت ان کے دل و دماغ میں باقی نہیں رہتی، اکثر والدین کو یہ کہتے سنا جاتا ہے کہ ہم سمجھاتے ہیں لیکن بچے سمجھتے نہیں ہے، بات بیشک صحیح ہے لیکن سمجھانے کا

انداز اور وقت درست ہو تو سمجھنے میں دیر نہیں لگتی، درج ذیل مضمون میں ایسے تین مواقع کا ذکر کیا جا رہا ہے جس وقت بچوں کو نصیحت کرنا مفید ہوتا ہے، وہ ان اوقات و کیفیات میں عموما نصیحت سننے کے موڈ میں بھی ہوتے ہیں اور نصیحت کے اثر کو قبول بھی کرتے ہیں، ایسے اوقات کی رعایت کرتے ہوئے ان کو سمجھایا جائے تو بہترین ریزلٹس کی امید کی جاسکتی ہے۔

دستر خوان پر: نبی اکرم ﷺ کی ایک زوجہ مطہرہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو ان کے پہلے شوہر حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ سے ایک لڑکا تھا جن کا نام روایتوں میں عمر بن ابوسلمہؓ ذکر کیا گیا ہے، حضرت ام سلمہؓ کے آپ ﷺ سے نکاح کے بعد ان کے صاحبزادے آپ ﷺ کی پرورش میں رہنے لگے، خود حضرت عمر بن ابوسلمہؓ فرماتے ہیں ”میں ایک بار دستر خوان پر آپ ﷺ کے ساتھ شریک تھا، میرا ہاتھ برتن میں ادھر ادھر چاروں طرف گھوم رہا تھا، یہ دیکھ کر آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا ”اے لڑکے! اللہ کا نام لیکر کھاؤ، سیدھے ہاتھ سے کھاؤ اور اپنے سامنے کے حصہ سے کھاؤ“ (بخاری شریف: ۵۳۷۶) تجربہ سے بھی یہ بات ثابت ہے کہ کھانے کے دوران ہلکی پھلکی نصیحت بچوں پر خاطر خواہ اثر انداز ہوتی ہے، اپنے اس دور کے شیخ طریقت حضرت پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مدظلہ نے بھی اپنے ایک سفر کا واقعہ بیان فرمایا جس میں انہوں نے دیکھا کہ

ایک خاتون اپنی چھوٹی بچی کو کھانا کھلا رہی تھی اور ہر نوالہ کے بعد اپنی بچی سے کہہ رہی تھی اپنی ماں کو شکریہ کہو اور وہ بچی شکریہ کہتی، جتنے نوالے اس نے کھائے اتنی بار اس نے شکریہ کے الفاظ کہے، حضرت پیر صاحب فرماتے ہیں کہ اس طرح تسلسل کے ساتھ مناسب موقعہ و درست انداز سے کوئی بات سمجھائی جائے تو وہ زندگی کی آخری سانس تک انسان کے ساتھ رہتی ہے، اس مقصد کے لئے ضروری ہے کہ گھر کے بڑے چھوٹے سب مل کر ایک ساتھ کھانا کھائیں، تینوں وقت نہ سہی کم از کم ایک وقت ہی سہی، اس بات کا لتزام کیا جائے کہ کسی ایک وقت کا کھانا گھر کے افراد مل بیٹھ کر کھائیں گے، اس کا اثر یہ ہوگا کہ آپسی محبتیں بھی بڑھیں گی اور چھوٹوں کو بڑوں سے سیکھنے کا موقعہ بھی ملے گا۔

سواری پر: چھوٹے بچے جب سفر کر رہے ہوتے ہیں یا کسی سواری پر اپنے بڑوں کے ساتھ ہوتے ہیں تو اس وقت ان کا ذہن نئی نئی چیزوں کو دیکھتا ہے اور انہیں سمجھنے کی کوشش کرتا ہے، بعض بچے مختلف سوالات اپنے بڑوں سے سفر کے دوران کرتے ہیں، یہ وقت انہیں کسی بات کے سمجھانے کا مناسب وقت ہوتا ہے، جو بات انہیں کہی جاتی ہے وہ ان کے ذہن کے نہاں خانوں تک جاتی ہے، حضرت عبداللہ بن عباسؓ ایک بلند مرتبہ صحابی ہیں، یہ ابھی کم عمر تھے، ایک بار آپ ﷺ کے ساتھ سواری پر سوار تھے اور آپ ﷺ کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے، اس موقعہ پر آپ ﷺ نے انہیں ایک اہم بات

سمجھائی ،فرمایا ’’اے لڑکے! میں تمھیں چند اہم باتیں بتلا رہا ہوں،تم اللہ کے احکام کی حفاظت کرو اللہ پاک تمہاری حفاظت فرمائیں گے،تم اللہ کے حقوق کا خیال رکھو تم اللہ کو اپنے سامنے پاؤ گے،کوئی چیز مانگو تو اللہ سے مانگو، مدد طلب کرو تو اللہ سے ہی طلب کرو، یہ بات جان لو اور یاد رکھو کہ اگر ساری امت مل کر تمہیں فائدہ پہونچانا چاہے تو اتنا ہی نفع پہونچا سکتی ہے جتنا اللہ نے تمہارے مقدر میں لکھا ہے اور اگر ساری امت تمہیں نقصان پہنچانا چاہے تو اتنا ہی نقصان پہونچا سکتی ہے جتنا اللہ کے تمہاری قسمت میں لکھا ہے، تقدیر کے قلم اٹھا لئے گئے اور مقدر کے صحیفے خشک ہو گئے‘‘ (ترمذی:۲۵۱۶) دیکھئے کتنی اہم باتیں ہیں جو نبی اکرم ﷺ نے سواری پر ایک نوعمر صحابی رضی اللہ عنہ کو سمجھائیں، آپ بھی کوشش کیجئے کہ اس موقعہ کا فائدہ اٹھائیں، آپ اسکول چھوڑنے جاتے ہیں یا اپنے بچوں کو بازار لے جاتے ہیں یا ایسے ہی کبھی آپ کے بچے آپ کے ساتھ گاڑی پر ہیں تو انہیں نصیحت کرنے کی کوشش کیجئے۔

سوتے وقت: یہ تیسرا وقت ہے جب بچے سیکھنے کے موڈ میں ہوتے ہیں، ماؤں کے لئے یہ بہترین موقعہ ہوتا ہے کہ وہ اپنی اولاد کے ذہن میں اخلاق و آداب کی باتیں پہونچائیں، انبیاء علیہم السلام کے واقعات، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے کارنامے، والدین اور بڑوں کا مقام و مرتبہ، سبق آموز کہانیاں، نعتیں نظمیں وغیرہ، غیرضیکہ آپ جو سکھانا چاہیں

سکھالیں بچے ضرور سیکھیں گے، ایسے شاندار وقت کو بے کار باتوں میں لگانا یا بچوں کا خود گیمز کھیلتے کھیلتے سوجانا انتہائی خسارہ والی بات ہے،کوشش کریں کہ آپ انہیں روزانہ مناسب نصیحت ضرور کریں، اس کے لئے آپ خود بھی اپنی معلومات میں اضافہ کریں اور وہ معلومات اپنی اولاد اور آنے والی نسل تک پہونچائیں۔

گوشہ صحابہ

موذنِ رسول سیدنا بلال بن رباح رضی اللہ عنہ

موذنین کے سرخیل، رسول اللہ کے خزانچی، صبر وعزیمت کے پیکر کی زندگی کے مختصر حالات

از: مفتی محمد شاداب تقی قاسمی

یوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہر صحابی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی جان سے زیادہ محبوب رکھتے تھے، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے گھر بار، رشتے ناطے اپنا سب کچھ قربان کرنا ان کے نزدیک عام تھا، ہر ظلم کو سہنا اور ہر تکلیف پر اف تک نہ کہنا ان کا شیوہ تھا لیکن ایک ایسے بھی جلیل القدر، رفیع المرتبت صحابئ رسول ہیں کہ جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت اور دین حق کی پیروی میں عرب کی گرم ریت پر لیٹ ''احد، احد'' کی صدائیں تو بلند کیں لیکن ایک لمحہ کے لئے اپنی زبان پر کفر کا کلمہ نہیں لایا، قیامت کی صبح تک جب جب بھی ایمان والوں کا تذکرہ ہوگا اور دین حق کے لئے دی جانے والی قربانیوں کا تذکرہ ہوگا تو اس وقت سب سے پہلے اور سب سے زیادہ حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کی قربانیوں کا ذکر ہوگا۔ آیئے مختصراً اس

*جنرل سکریٹری القلم فاؤنڈیشن کریم نگر

شہیدِ ناز کی ایمان افروز زندگی پر نظر ڈالتے ہیں اور اپنے ایمان کو جلا بخشتے ہیں:

نام ونسب:

آپ کا نام نامی اسم گرامی بلال، والد کا نام رباح اور والدہ کا نام حمامة ہے، آپ کی کنیت کے سلسلہ میں کئی نام آئے ہیں ابوعبداللہ، ابوعبدالکریم، ابوعمرو، آپ عرب میں پیدا ہوئے اور آپ کی پرورش وتربیت عربوں کے درمیان ہوئی، آپ حضرت ابوبکرؓ کے ہم عمر تھے۔(مستدرک ۳۱۹/۳)

حلیہ:

حضرت مکحول فرماتے ہیں: جن لوگوں نے حضرت بلالؓ کی زیارت کی ہے، ان لوگوں نے مجھے بتایا کہ آپ کا رنگ گندمی، جسم دبلا پتلا، قد لمبا، پیٹھ میں جھکاؤ تھا اور ہلکے رخسار والے تھے، آپ کے اندر سفید بالوں کی کثرت تھی؛ لیکن خضاب نہیں لگایا کرتے تھے۔(المستدرک ۳۱۹/۱)

آغوش اسلام میں آنے کا پس منظر:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جلیل القدر صحابی حضرت بلال بن رباح رضی اللہ عنہ کی پیدائش مکہ شہر میں ہوئی تھی جہاں ان کا تعلق حبشی غلاموں کے ایک خاندان سے تھا، سردارانِ قریش میں سے ایک نامور شخصیت اُمیہ بن خلف کے یہ غلام تھے، اُس دور میں

غلاموں کی جو زندگی ہوا کرتی تھی، ویسی ہی زندگی یہ بھی گزار رہے تھے، شب و روز بلا چون و چرا اپنے آقا کی خدمت اور اس کیلئے محنت و مشقت اور بس یہی ان کی زندگی تھی ۔انہی دنوں مکہ شہر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بعثت کے چرچے ہونے لگے، تب سرداران قریش آپ کی باتوں کا مذاق اُڑایا کرتے، خوب تماشا بنایا کرتے، اور ان بیہودہ حرکات میں بلالؓ کا آقا امیہ بن خلف سب ہی سے پیش پیش ہوا کرتا تھا، آپ کے بارے میں نازیبا الفاظ کا استعمال اور اخلاق سے گرے ہوئے کلمات یہی امیہ کا روزمرہ کا معمول تھا۔ بلالؓ کے کانوں تک یہ تمام باتیں پہنچتی رہتی تھیں ۔ایک عجیب و غریب بات جوان دنوں بلالؓ نہایت شدت کے ساتھ محسوس کیا کرتے تھے وہ یہ کہ ان کا آقا امیہ بن خلف، نیز اس کے ہمنوا رؤسائے قریش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا خوب مذاق بھی اڑایا کرتے تھے لیکن ساتھ ہی وہ اکثر و بیشتر آپس میں ایک دوسرے کو مخاطب کرتے ہوئے یوں بھی کہا کرتے تھے کہ بخدا ہم نے کبھی محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کو جھوٹ بولتے ہوئے نہیں سنا، خیانت کرتے ہوئے نہیں دیکھا، غداری، بیوفائی اور وعدہ خلافی کرتے ہوئے نہیں پایا۔ تب بلالؓ کو بڑی حیرت ہوتی کہ یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا مذاق بھی اڑاتے ہیں، جھٹلاتے بھی ہیں، بیہودہ گوئی بھی کرتے ہیں، ایذاء بھی پہنچاتے ہیں لیکن باہم ہمیشہ آپ کے اعلیٰ اخلاق و کردار کی خوب تعریف بھی کیا کرتے ہیں ۔آخر کافی دنوں تک ان کی یہ سرگوشیاں

مسلسل سنتے رہنے کے بعد بلالؓ اس نتیجے پر پہنچے کہ یہ تمام رؤسائے قریش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حقانیت وصداقت سے خوب واقف ہیں اور مزید یہ کہ اس چیز کے معترف بھی ہیں لیکن اس کے باوجود یہ جو آپ کی مخالفت اور بغض وعناد پر کمر بستہ ہیں (اس کا ایک سبب تو یہ ہے کہ) لوگ اپنے آباؤ اجداد کے دین کو ترک کر کے دین اسلام قبول کر لینے کو اپنے آباؤ اجداد کے ساتھ نیز ان کے دین کے ساتھ غداری و بے وفائی تصور کرتے ہیں، جو کہ انہیں کسی صورت قبول نہیں۔(دوسرا) انہیں یہ خوف لاحق ہے کہ دینِ اسلام قبول کر لینے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ کا نبی تسلیم کر لینے کی صورت میں انہیں دینِ اسلام کی تعلیمات کی پیروی کرنا ہوگی، تب ان کی اپنی سرداری کا کیا بنے گا؟ اسی کیفیت میں وقت گذرتا رہا۔ رفتہ رفتہ بلالؓ کے دل میں یہ خواہش پیدا ہونے لگی کہ کسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کی جائے، اور ان کی گفتگو براہ راست سنی جائے۔ چنانچہ ایک روز موقع پا کر بلالؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ سے ملاقات ہوئی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک گفتگو سنی، جس پر بلالؓ انتہائی متاثر ہوئے، اور دعوت حق پر لبیک کہتے ہوئے مسلمان ہو گئے۔(ملخص از اصحاب الرسول: ۲۳۲،۲۳۱)

ظلم وستم کا دور:

سیدنا بلالؓ نے جیسے ہی حق کی دعوت کو قبول کیا، امیہ جو کہ آپؓ کا آقا تھا، ظلم وستم

کا ایک نیا باب کھول دیا، طرح طرح کی اذیتیں دینے لگا، ہر ممکن تکلیف پہنچانے میں لگ گیا، ادھر ''حضرت بلال رضی اللہ تعالی عنہ، کا معاملہ ہی دگرگوں تھا انہوں نے اپنی ہستی کو فنا فی اللہ کرلیا تھا اور ہر قسم کی سختیوں کو خاموشی سے جھیلنے کے لئے اپنے آپ کو تیار کرلیا تھا چنانچہ ظالم مشرکین ان کو لڑکوں کے حوالہ کر دیتے تھے جو ان کو مکہ کی گھاٹیوں میں گلے میں رسی ڈال کر کھینچے پھرتے تھے لیکن اسلام کے شیدائی اور محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جاں نثار حضرت بلال ؓ پھر بھی احد احد کی ہی صدا لگاتے رہتے تھے۔ اور ہر مصیبت اور ہر اذیت پر راضی برضائے الٰہی رہتے تھے اور زبان سے اف تک نہ کرتے تھے۔ طبقات ابن سعد میں سند کے ساتھ مذکور ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ انتہائی بےبس و بےکس مسلمانوں میں سے تھے اور جس دن وہ مسلمان ہوئے تھے سخت ترین مظالم کا نشانہ بنے ہوئے تھے تاکہ دین اسلام سے تائب ہو جائیں لیکن اس کے باوجود مشرکین ان سے وہ کلمات کہلوانے میں کامیاب نہیں ہو سکے جو وہ ان سے کہلوانا چاہتے تھے۔ امیہ بن خلف ان کو خصوصیت سے اپنے ظلم وستم کا نشانہ بنایا کرتا تھا جس شدت سے ظالموں کا عذاب بڑھتا جاتا تھا اتنی ہی شدت اور زور سے وہ احد احد کا نعرہ بلند کرتے تھے یہ سن کر جب ظالم ان سے کہتے تھے وہ کہو جو ہم کہتے ہیں تو حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کے جواب میں کہتے تھے یہ تو مجھے کہنا نہیں آتا اس پر وہ ان کی پیٹھ پر سوار ہو جاتے ان کے سینہ پر تپتے

ہوئے گرم پتھر رکھتے اور اوپر سے دباغت کیا ہوا چمڑا ان کو اڑھا دیتے تھے۔اور جب وہ ان سے لات وعزیٰ کہلوانا چاہتے تو وہ جواباً احد احد کہتے تھے۔''(حضرت سیدنا بلال بن رباح:۸۶)

غلامی سے آزادی:

''ایک روز حضرت ابوبکرؓ کا وہاں سے گزر ہوا تو اور لوگ انہیں سزا دے رہے تھے ۔حضرت ابوبکرؓ نے اُمیہ سے کہا اس مسکین کے بارے میں تو خدا سے نہیں ڈرتا، کب تو یہ تکلیفیں اور ایذا رسانی کرتا رہے گا؟ اُمیہ بولا کہ اس کو تمہیں نے بگاڑا ہے، اب تم ہی اُسے سزا سے چھڑاؤ، حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا ہاں! میں یہ بھی کروں گا، میرے پاس ایک حبشی غلام بہت ہی پھرتیلا اور ان سے زیادہ کاروبار کرنے والا ہے اور تیرے دین پر پکا ہے ان کے بدلے تجھے میں وہ دیدوں گا۔اُمیہ نے کہا مجھے وہ منظور ہے، حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا جاوہ میں نے تجھے دیا، حضرت ابوبکرؓ نے اس غلام کو امیہ کے حوالہ کیا، اور حضرت بلالؓ کو لے کر آزاد کر دیا، اس سے قبل کہ حضرت ابوبکرؓ مکہ معظّمہ سے ہجرت فرمائیں چھ اور غلاموں کو جو اسلام لائے جانے کی وجہ سے تکلیفیں اٹھائے جارہے تھے خرید کر آزاد کیا اور حضرت بلالؓ ان میں ساتویں تھے۔ابن اسحاقؒ سے منقول ہے کہ جب دوپہر انتہائی گرم ہو جاتی تو اُمیہ حضرت بلالؓ کو لے کر نکلتا اور مکہ کی پتھریلی زمین پر ان کو

پیٹھ کے بل لٹا دیتا۔ پھر حکم دیتا کہ ایک بہت بڑا پتھر جلتا ہوا ان کے سینے پر رکھ دیا جائے پھر ان سے کہتا تم اسی طرح پڑے رہو گے یا مر جاؤ گے اور نہیں تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کرو اور لات وعزیٰ کی پرستش اختیار کرو۔ حضرت بلال ؓ اس مصیبت میں ''اَحد، اَحد '' کہتے۔ (اصحاب رسول کے ایمان افروز واقعات: ۴۳)

اسلام کے اولین موذن ہونے کا اعزاز:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ ؐ کے اصحاب جب مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرما کر آئیں، جس میں حضرت سیدنا بلال بن رباح ؓ بھی شامل تھے، مدینہ آنے کے بعد سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسجد نبوی کی بنیاد رکھی اور پھر تیزی کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ نے مل کر مسجد نبوی کی تعمیر مکمل فرمائی، جب تعمیر کا کام اختتام کو پہنچ گیا تو ''اب یہ سوال درپیش آیا کہ روز پابندی کے ساتھ پانچ بار مسجد نبوی میں اذان دینے کا یہ فریضہ کون انجام دے گا؟ اور تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر انتخاب حضرت بلال بن رباح رضی اللہ عنہ پر پڑی جو ابتدائے اسلام سے ہی ''اَحد، اَحد'' کا وہ نغمۂ جاوداں گنگناتے چلے آرہے تھے، اور اسی کو انہوں نے شب و روز اپنا ورد بنا رکھا تھا۔ لہٰذا اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اذان کیلئے بھی انہی کو منتخب فرمایا، تاکہ شب و روز اور صبح وشام اللہ ذوالجلال والاکرام کی تکبیر وتہلیل کا مقدس ترین فریضہ بھی یہی انجام دیں اور

یوں سالہا سال تک حضرت بلال بن رباح رضی اللہ عنہ کی انتہائی مؤثر و دلنشیں آواز میں یہ اذان مدینہ کی فضاؤں میں گونجتی رہی، اور اہلِ ایمان کے دلوں کو گرماتی رہی، اور یوں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے مبارک انتخاب کے نتیجے میں حضرت بلالؓ تاریخ اسلام میں اولین مؤذن مقرر ہوئے، جو کہ یقیناً بہت بڑا شرف اور اعزاز تھا۔" (اصحاب الرسول: ۲۳۹)

خوش نصیب غلام کے ہاتھوں بدنصیب آقا کا قتل:

امیہ بن خلف جمحی ان کفار مکہ میں سے تھا جو حضرت بلالؓ کو سخت سے سخت تکلیفیں پہنچاتا تھا اور تکلیفیں دینے کا حکم کرتا تھا، اللہ تعالیٰ نے اس نامراد و ناکام آقا کی ہلاکت اپنے ہی عزیز غلام کے ہاتھ میں مقدر فرمائی تھی۔ امام بخاریؒ نے حضرت عبدالرحمنؓ بن عوف سے روایت کی ہے، حضرت عبدالرحمنؓ بن عوف فرماتے ہیں میرے اور امیہ بن خلف کے درمیان معاہدہ ہوا تھا کہ وہ مکہ میں میرے اہل و مال کی حفاظت کرے گا اور میں مدینہ میں اس کے اہل و مال کی حفاظت کروں گا، چنانچہ غزوہ بدر میں جب لوگ سو رہے تھے۔ میں امیہ بن خلف کو بچانے کے لئے اس کو پہاڑ کے جانب لے گیا؛ لیکن حضرت بلالؓ نے اس کو دیکھ لیا اور انصار کی ایک جماعت کے پاس جا کر بلند آواز سے چیخنے لگے "امية بن خلف، لانجوت، ان نجا" (یہ امیہ بن خلف ہے، میں نہ بچوں،

اگر یہ بچ جائے)چنانچہ انصار کی ایک جماعت (معاذ بن عفراء،خارجہ بن زید اور خبیب بن یساف اواساف ،الاستیعاب)ہمارے پیچھے پیچھے آنے لگی ،جب مجھے خوف محسوس ہوا کہ یہ لوگ ہمارے قریب آ گئے ،تو میں امیہ بن خلف کے بیٹے کو ان کے لئے چھوڑ دیا ،تا کہ وہ اس کے ساتھ مشغول ہوجائیں ؛لیکن انصار کی یہ جماعت اس کو نمٹا کر دوبارہ ہمارے پیچھے ہوگئی اور ہمارے قریب آگئی۔میں امیہ بن خلف سے کہا کہ تم جھک جاؤ(گھٹنوں کے بل بیٹھ کر ہاتھوں کو زمین پر کھڑا کردو)وہ موٹا آدمی تھا،اسی طرح جھک گیا جیسا میں نے کہا تھا،تو اس کو اپنے جسم سے چھپالیا؛لیکن یہ لوگ اس کو چھوڑے نہیں، میرے پیر کے نیچے سے تلواریں ڈال کر اس کو قتل کر دیا اور اس کی وجہ سے میرا پیر بھی زخمی ہوگیا۔راوی کا بیان ہے کہ حضرت عبد الرحمنؓ ہمیں وہ نشان دکھایا کرتے تھے ۔(بخاری ۲۰۸/ا باب الوکالہ اذا وکل المسلم حربیا) حضرت عبدالرحمنؓ فرمایا کرتے تھے : اللہ بلال پر رحم کرے ،میرے قیدی کو نقصان پہنچایا اور میرے پیر کو بھی زخمی کردیا،حضرت ابوبکر صدیقؓ نے یہ شعر پڑھا

هنيئا لك زادك الرحمن خيرا ٭ فقد ادركت ثارك يا بلال

اے بلال تمہارے لئے مبارک بادی ہو،رحمن تمہارے خوبیوں کو بڑھائے۔اے بلال یقیناتم نے اپنا بدلہ حاصل کرلیا۔(الاستیعاب ۵۵/ا بحوالہ اذان اور موذنین رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم :۱۱۱)

فضائل:

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی عظمت اور فضیلت کے سلسلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بہت سارے ارشادات موجود ہیں چناں چہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو نماز فجر کے بعد دریافت فرمایا: مجھے بتاؤ تم نے اسلام میں سب سے زیادہ قابل ِقبول عمل کونسا کیا ہے؟ اس لئے کہ آج کی رات جنت میں میرے آگے آگے تمہاری جوتوں کی آواز مجھے سنائی دے رہی تھی؟ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، کوئی زیادہ قابلِ قبول عمل میں نے نہیں کیا؛ البتہ دن ورات میں جب بھی میں وضو کرتا ہوں، تو اس وضو سے اللہ تعالیٰ جتنی توفیق دیں نماز پڑھ لیتا ہوں۔ (بخاری: ۱۱۴۹) حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن مسعود فرماتے ہیں: سب سے پہلے جن لوگوں نے اپنے اسلام کا اظہار کیا، سات افراد ہیں: (۱) جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (۲) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ (۳) حضرت عمار رضی اللہ عنہ (۴) حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا (۵) حضرت بلال رضی اللہ عنہ (۶) حضرت صہیب رضی اللہ عنہ (۷) حضرت مقداد رضی اللہ عنہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خزانچی:

حضرت بلال رضی اللہ عنہ رسول اللہ کے خزانچی بھی رہے ہیں۔ حدیث شریف میں آتا ہے ایک دفعہ فرمایا اَنْفِقْ یَا بِلَالُ وَلَا تَخْشَ مِنْ ذِی الْعَرْشِ اِقْلَالًا خرچ کرتے رہو اور

عرش والے سے کمی کا خیال نہ کرو کمی کا اَندیشہ نہ کرو کہ اُس کے پاس سے کم ملے گا خرچ کرو اَور اللہ دے دے گا، ویسے بھی آتا ہے کہ ایک دفعہ تشریف لے گئے عورتوں کی طرف اَور اُن سے کہا تَصَدَّقْنَ صدقہ کرو وَلَوْ مِنْ حُلِيِّكُنَّ چاہے اپنے زیورات ہی میں سے ہو تو زیور عورتوں کو بہت عزیز ہوتا ہے لیکن سکھایا یہ گیا ہے کہ اُس سے وہ محبت کم کریں اپنی، لگاؤ کم کریں قلبی لگاؤ تو پھر عورتوں میں کسی نے انگوٹھی دی کسی نے چھلّہ دیا اِس طرح سے وہ ڈالتی رہیں حضرتِ بلال ساتھ ساتھ رہے ہیں اُس حدیث میں بھی آتا ہے تو فِيْ ثَوْبِ بِلَالٍ حضرت بلال کے پاس کوئی کپڑا تھا اُس میں وہ ڈالتی رہیں۔

حضور کی وفات کے بعد قبر اطہر پر حاضری:

حضرت ابوالدرداء سے روایت ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو خواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال سے فرمایا: "ماهذه الجفوة يا بلال، أما ان لك أن تزورني يا بلال"؟ بلال یہ کیا بے وفائی ہے؟ کیا ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ تم میری زیارت کے لیے (مدینہ) آؤ" بلال گھبراہٹ کے عالم میں نیند سے بیدار ہوئے، سواری پر سوار ہوئے۔ مدینہ منورہ پہنچے اور قبر مبارک پر حاضری دی، وہاں روتے رہے، اپنے چہرے کو قبر مبارک پر ملتے رہے۔ اتنے میں حسن وحسین آ گئے، حضرت بلال نے دونوں کو گلے لگا لیا پیار کیا، نواسوں نے

فرمائش کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں جو اذان دیا کرتے تھے ہم وہی اذان سننا چاہتے ہیں، اوپر چڑھئے اور اذان دیجئے، بلال رضی اللہ اس جگہ کھڑے ہو گئے جہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں کھڑے ہو کر اذان دیا کرتے تھے، اذان شروع کی، "اللہ اکبر، اللہ اکبر" کہا تو سارا مدینہ حرکت میں آ گیا، "اشہدان لا إلہ إلا اللہ" کہا تو یہ حرکت شدید ہو گئی۔ "اشہد أن محمداً رسول اللہ" کہا تو عورتیں بھی باہر نکل آئیں اور لوگ سوالیہ انداز میں کہنے لگے کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (دوبارہ) مبعوث کر دیئے گئے؟ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد جتنا اس دن مدینہ کی عورتیں اور مرد روئے اتنا رونا کسی اور دن نہیں دیکھا گیا"۔

(آثار السنن ۵۴۷، حدیث ۱۱۱۳، اسد الغابہ: ۱/ ۲۰۸)

وفات:

آپؓ نے ساٹھ سے زائد سال عمر پائی، جب وفات کا وقت قریب آیا، تو آپ کے زبان مبارک پر یہ شعر تھا۔

غدا نلقى الاحبة ٭ محمدا وحزبه

کل ہم دوستوں سے ملاقات کریں گے، محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں سے ملیں گے۔

آپ کی بیوی کہنے لگی: واویلاہ، ہائے افسوس! آپ فرما رہے تھے: وافرحاہ، ہائے

خوشی!

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم خاص سفر وحضر کے مؤذن اللہ کے نبی علیہ السلام کے شیدائی ۲۰ھ میں دمشق کی سرزمین میں تا قیام قیامت اپنی یادوں کو چھوڑتے ہوئے اپنی جان جانِ آفریں کے سپرد کردی اور باب صغیر کے پاس مدفون ہوئے۔(سیر ۳/ ۲۱۹ بحوالہ اذان ومؤذنین رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم :۱۱۵)

مضامین ومقالات

گرمی اور دھوپ کی شدت انسانوں کے لئے درسِ عبرت

از: مفتی ابوصفوان قاسمی

موسم گرما اپنے پورے شباب کے ساتھ آیا ہوا ہے، ابتداء ہی مرحلہ میں اس کی سختی اور شدت کا عجیب حال چل رہا ہے، دھوپ کی تمازت ،گرمی کی شدت نے لوگوں کو آنے والے دنوں کے بارے میں اور بھی متنبہ کردیا ہے کہ جب آغاز میں یہ حال ہے تو آئندہ کیا صورت ہوسکتی ہے ۔ دھوپ آئے دن اپنے ریکارڈ بنانے میں لگی ہوئی ہے، ایسے سخت حالات میں ہر انسان ہر ممکن دھوپ سے بچنے اور گرمی سے محفوظ رہنے والا انتظام کرتا ہے ،جھلسا دینے والی دھوپ اور اس کی جان لیوا لُو سے حفاظت کی پوری تدبیریں کرتا ہے ،راستہ چلتے اگر کہیں سایہ نظر آجائے اور کچھ دیر راحت حاصل کرنے کا موقع مل جائے تو

فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتا ہے، گرمی کی سختی کی وجہ سے اگر حلق خشک ہو کر سوکھ جائے تو جہاں پانی نظر آئے فوری اپنی پیاس بجھانے اور حلق بھگانے میں دیر نہیں کرتا۔ گھر میں ٹھنڈک کا جو نظم وہ کر سکتا ہے کر گزرتا ہے، ٹھنڈی ہوا کے حصول کے لئے اپنی حیثیت اور بساط کے مطابق انتظام کرتا ہے۔ سر پر ٹوپی اور رومال اوڑھ کر پورے بندوبست کے ساتھ باہر نکلتا ہے اور اپنے ہی گھر میں زمین پر ننگا پیر نہیں رکھتا کہ کہیں جل نہ جائے؟ دو تین مہینہ کے موسم گرما کے لئے اتنے سارے انتظامات کرتا ہے۔ اس مختصر وقت میں اگر گرمی زیادہ ہو جائے اور چلچلاتی دھوپ ہو تو ہر ایک کی زبان پر بس اسی کا ذکر ہوتا ہے، اس سے بچاؤ اور حفاظت پر روز دیا جاتا ہے۔ اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ گرمی جب بڑھ جاتی ہے اور دھوپ کی تمازت میں غیر معمولی اضافہ ہو جاتا ہے تو بہت سے لوگ اس کی تاب نہ لا کر لقمۂ اجل بھی بن جاتے ہیں، تندرست و توانا انسان بھی بے بس ہو کر ڈھیر ہو جاتا ہے، اور سیکڑوں لوگ موت کے گھاٹ اتر جاتے ہیں۔

دنیا کی معمولی اور چند ماہ کی دھوپ اور گرمی جب انسان کے لئے اس درجہ پریشان کن ہوتی ہے اس موقع پر ہمیں سوچنا چاہیے کہ اگر انسان اس دنیا میں رہ کر خدا کی نافرمانی کر کے مرے تو پھر حشر کی سختیوں اور جہنم کی ہولناکیوں کو وہ کیسے برداشت کر پائے گا؟ یہاں کی گرمی اور سختی سے بچنے کے لئے جب اتنے سارا اہتمام اور فکر ہوتی ہے تو وہاں

کی کلفتوں اور خطرناکیوں سے محفوظ رہنے کے بارے میں کس درجہ کا خیال کرنا چاہیے؟
اس کائنات کا مالک وخالق اللہ ہے، اس نے اپنی کائنات کی ہر چیز میں انسانوں کے لئے عبرت اور نصیحت کے بے شمار پہلو رکھے ہیں، وہ دنیا کی ہر چیز سے انسانوں کو سبق سکھاتا ہے، اور پیغام دیتا ہے۔ عقل مند انسان ان سے سبق حاصل کرتے ہیں اور اپنی زندگی کو سدھارتے ہیں۔ اللہ تعالی نے اپنی قدرت کی نشانیوں اور عبرت کی چیزوں کو دنیا میں بکھیر دیا ہے۔ یہ موسموں کا تبدیل ہونا بھی قدرت کی بڑی عجیب وغریب نشانی ہے، وہی دن رات اور وہی چاند وسورج لیکن جب اللہ چاہتا ہے تو اسی سے خنکی اور ٹھنڈک کے خوش گوار جھونکے ملتے ہیں، ہواؤں سے لطف وسرور نصیب ہوتا ہے ،اور جب چاہے اسی سے گرمی وشدت کی آگ برستی نظر آتی ہے، اور یہی سورج اپنی سختی سے شعلہ کی طرح بھڑکتا دکھائی دیتا ہے۔ انسان جب بصیرت کی نگاہ سے دنیامین رونماں ہونے والی تبدیلی کو دیکھے گا ،خدائی قدرت کا نظارہ کرے گا اور اس کے ذریعہ دیئے جانے والے سبق اور پیغام پر غور وفکر کرے گا تو پھر وہ پوری زندگی کو مالک کی مرضی اور اس کے منشا کے مطابق بسر کرنے کی سعی وکوشش میں لگا رہے گا۔ ہم دنیا کی اس گرمی سے بچنے اور دھوپ سے محفوظ رہنے کے بہت کچھ کرتے ہیں لیکن ہم نے آخرت کی گرمی اور جہنم کی سختی سے حفاظت کا کتنا انتظام کیا ہے آیئے ایک نظر ان حقیقتوں پر ڈالتے ہیں جس کو

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بہت پہلے بیان کر دیا اور قرآن کریم نے اس خطرناک ہولناکیوں کی منظرکشی کی ہے، تاکہ ہم یہاں کی معمولی گرمی کے ان سخت ایام میں اس کا تصور بھی ذہن ودل میں تازہ کریں اور عملی زندگی کو بنانے والے بنیں۔

گرمی کا سبب:

دنیا میں سردی یا گرمی کی شدت اور سختی جو پیش آتی ہے اس کا سبب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جہنم کے سانس لینے اور اس کے جوش کو قرار دیا۔ چناں چہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ: جب سخت گرمی ہو تو ظہر کی نماز ٹھنڈے وقت میں پڑھا کرو۔ کیوں کہ گرمی کی سختی دوزخ کی تیزی کی وجہ سے ہوتی ہے۔ (پھر فرمایا کہ) دوزخ نے اپنے رب کی بارگاہ میں شکایت کی کہ (میری تیزی بہت بڑھ گئی ہے حتی کہ) میرے کچھ حصے دوسرے حصوں کو کھائے جا رہے ہیں، (لہذا مجھے اجازت دی جائے کہ کسی طرح اپنی گرمی ہلکی کروں) اللہ تعالی نے اس کو دو مرتبہ سانس لینے کی جازت دی ایک سانس سردی کے موسم میں اور ایک گرمی کے موسم میں۔ لہذا تم جو گرمی محسوس کرتے ہو دوزخ کی لو کا اثر ہے۔ (بخاری: حدیث نمبر: ۵۰۶) ایک حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب گرمی سخت ہو تو ظہر کو ٹھنڈے وقت پڑھا کرو، کیوں کہ گرمی کی شدت آتشِ دوزخ کے جوش سے ہے۔ (بخاری: حدیث نمبر؛ ۵۰۴) حضرت مولانا منظور نعمانیؒ حدیث کی تشریح میں فرماتے

ہیں: دنیا میں ہم جو کچھ دیکھتے اور محسوس کرتے ہیں اس کے کچھ ظاہری اسباب ہوتے ہیں جنھیں ہم خود بھی جانتے ہیں اور سمجھتے ہیں اور کچھ باطنی اسباب ہوتے ہیں جو ہمارے احساس و ادراک کی دسترس سے باہر ہوتے ہیں، انبیاء کرامؑ کبھی کبھی ان کی طرف اشارے فرماتے ہیں، اس حدیث میں جو یہ فرمایا گیا ہے کہ: گرمی کی شدت آتش دوزخ کے جوش سے ہے، یہ اسی قبیل کی چیز ہے، گرمی کی شدت کا ظاہری سبب تو آفتاب ہے اور اس کو ہر شخص جانتا ہے اور کوئی بھی اس کا نکار نہیں کرسکتا، لیکن عالم باطن اور عالم غیب میں اس کا تعلق جہنم کی آگ سے بھی ہے، اور یہ ان حقائق میں سے ہے جو انبیاء کرامؑ ہی کے ذریعہ معلوم ہوسکتے ہیں۔ (معارف الحدیث: ۳/ ۱۲۸)

میدانِ محشر کی گرمی:

دنیا میں تھوڑی سے گرمی کے بڑھ جانے کی وجہ سے بے چینی و بے قراری کا عجب عالم ہوتا ہے، بدن بار بار پسینہ میں شرابور ہوجاتا ہے اور انسان پسینہ کو دور کرکے پاک وصاف ہونے کے لئے غسل کرکے ٹھنڈک حاصل کرتا ہے لیکن میدانِ محشر میں گرمی کا یہ عالم ہوگا کہ سورج ایک میل کے فاصلہ پر آجائے گا اور لوگ پسینے میں اپنے اعمال کے مطابق ڈوبے رہیں گے چناں چہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: روز قیامت سورج مخلوق سے ایک میل کے فاصلے پر آجائے گا اور لوگ اپنے اپنے اعمال کے حساب سے پسینے میں ڈوبے ہوں

گے،کوئی ٹخنوں تک ڈوبا ہوگا،کوئی گھٹنوں تک اورکوئی منہ تک ڈوبا ہوگا۔(مسلم: حدیث نمبر:۵۱۱۲)

جہنم کی آگ:

دنیا میں انسان معمولی گرمی اوراس کی لؤ کو برداشت نہیں کرسکتا،تو پھر جہنم کی آگ کواور اس کی شدت کو کیسے برداشت کر پائے گا۔جہنم کی آگ کی ہولنا کی کو بیان کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دوزخ کوایک ہزار سال تک دھونکا گیا تو اس کی آگ سرخ ہوگئی ،پھرایک سال تک دھونکا گیا تو اس کی آگ سفید ہوگئی،پھرایک ہزارسال تک دھونکا گیا تو اس کی آگ سیاہ ہوگئی۔چناں چہ اب دوزخ سیاہ اندھیرے والی ہے۔(ترمذی: حدیث نمبر:۲۵۳۳)ایک حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمہاری یہ آگ جس کو تم جلاتے ہو دوزخ کی آگ کا ستر واں حصہ ہے،صحابہؓ نے عرض کیا(جلانے کوتو یہی بہت ہے) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا(ہاں اس کے باوجود) دنیا کی آگ سے دوزخ کی آگ گرمی میں ۶۹ درجہ بڑھی ہوئی ہے۔(بخاری: حدیث نمبر:۳۰۴۳)قرآن کریم میں فرمایا گیا :انطلقوا الی ظل ذی ثلث شعب لاظلیل و لایغنی من اللهب انها ترمی بشرر کالقصر کانه جملت صفر ۔(المرسلٰت:۲۹۔۳۳)چلو اس سائبان کی طرف جو تین شاخوں والا ہے،جس میں نہ تو (ٹھنڈک والا) سایہ ہے،اورنہ ہی وہ آگ کی لپٹ

سے بچا سکتا ہے، وہ آگ تو جیسے بڑے بڑے شعلے پھینکے گی، ایسا لگے گا جیسے وہ زرد رنگ کے اونٹ ہوں۔

جہنم کا پانی:

موسم گرما میں ٹھنڈا پانی ہر کسی کو لذیذ اور فرحت بخش لگتا ہے، نہ صرف پانی بلکہ لوگ اپنی تلخی کو مٹانے اور پیاس کو بجھانے کے ساتھ راحت حاصل کرنے کے لئے قسم قسم کے مشروبات کا اہتمام کرتے ہیں۔ عارضی گرمی میں اس قدر فکر کی جاتی ہے جب کہ اللہ تعالی نے قرآن کریم میں ان نافرمان بندوں میں جہنم میں جو غذا دی جائے گی اس کا عبرت انگیز تذکرہ فرمایا، چناں چہ ارشاد ہے: لا یذقون فیھا بردا و لا شرابا الا حمیما و غساقا۔ (النباء: ۲۴۔۲۵) کہ اس میں نہ وہ کسی ٹھنڈک کا مزہ چکھیں گے، اور نہ کسی پینے کے قابل چیز کا، سوائے گرم پانی اور پیپ لہو کے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: اگر غساق کا ایک ڈول دنیا میں ڈال دیا جائے تو تمام دنیا والے سڑ جائیں۔ (ترمذی: حدیث نمبر؛ ۲۵۲۶) قرآن میں ایک جگہ ارشاد ہے۔ و سقوا ماء حمیما فقطع امعاءھم۔ (محمد: ۱۵) اور انہیں گرم پانی پلایا جائے گا، چناں چہ وہ ان کی آنتوں کو ٹکڑے ٹکڑے کردے گا۔ اس کے علاوہ بھی کھانے اور پینے کے مختلف قسم کے عذابوں کا ذکر موجود ہے۔

جہنم کے ایک غوطہ کا اثر:

دنیا میں دو طرح کے انسان جیتے ہیں، کچھ لوگوں کو آسائشیں اور سہولیتیں فراہم ہوتی ہیں اور کچھ تنگی اور مشکلات کا شکار رہتے ہیں، دنیا کی یہ دونوں چیزیں نعمت اور مشقت آخرت کی نعمت اور کلفت کے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ چناں چہ ایک حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: قیامت کے دن دوزخیوں میں سے ایک ایسے شخص کو لایا جائے گا جو دنیا میں سب سے زیادہ عیش وآرام کی زندگی گزارتا تھا اور اپنے عیش و آرام سے بدمست ہوکر ظلم وجور میں بہت بڑھا ہوا تھا، پھر اس کو دوزخ کا ایک دلا جائے گا یعنی دوزخ میں ڈبویا جائے گا جس طرح کپڑا رنگ میں ڈبویا جاتا ہے اور کہا جائے گا کہ اے ابن آدم! کیا تو نے دنیا میں کبھی راحت وبھلائی دیکھی تھی اور کوئی عیش و آرام اٹھایا تھا؟ وہ دوزخی دوزخ میں ڈالے جانے کے ڈر سے اس قدر سہم جائے گا کہ دنیا کے ان تمام ناز ونعم اور ان تمام آسائش وراحت کو فراموش کردے گا جو اس کو حاصل تھیں اور ایسا ظاہر کرے گا جیسا اس کو دنیا میں کوئی راحت ونعمت نصیب ہی نہیں ہوئی تھی، چناں چہ وہ کہے گا کہ نہیں میرے پروردگار: خدا کی قسم! مجھے کوئی راحت ونعمت نصیب نہیں ہوئی تھی، اسی طرح جنتیوں میں سے ایک ایسے شخص کو لایا جائے گا جو دنیا میں سب سے زیادہ غم والم اور مشقت وکلفت برداشت کرنے والا تھا، پھر اس کو جنت میں ایک غوطہ دیا جائے

گا اور کہا جائے گا: اے ابن آدم! کیا تو نے کبھی کوئی غم دنیا میں اٹھایا تھا اور کسی مشقت و تکلیف سے دو چار ہوا تھا؟ وہ جنتی جنت کی نعمتیں اور راحتیں دیکھ کر اپنے دنیا کے تمام رنج وغم اور مشقتوں کو بھول جائے گا اور جواب دے گا کہ نہیں میرے پروردگار: خدا کی قسم! میں نے دنیا میں کبھی کوئی رنج وغم نہیں دیکھا اور کو مشقت نہیں اٹھائی۔(مسلم: حدیث نمبر؛٥٠٢٦)

فکرمند لوگ:

نبی کریم ﷺ نے قیامت کی ہولنا کیوں کو بیان فرما کر اور جہنم کی خطرناکیوں سے آگاہ کر کے حضرات صحابہ کرامؓ کے اندر ایک بے چینی پیدا کر دی تھی، وہ ہمیشہ فکر آخرت میں رہا کرتے تھے، زبان نبوت ﷺ سے ان کو بشارتیں مل جانے کے بعد بھی کبھی انھوں نے بے فکری کی زندگی نہیں گزاری اور نہ ہی اعمال کے سلسلہ میں مطمئن رہیں۔تاریخ ان کے ایمان افروز واقعات سے بھری ہوئی ہے،اسی طرح ان کے بعد بھی لوگوں میں یہ فکر واحساس جاگزیں رہا، جب کبھی آخرت کی سختیوں کا تذکرہ چھیڑ جاتا یا کوئی منظر ان کی نگاہوں کے سامنے آجاتا وہ تڑپ اٹھتے اور ان کا بدن کانپ جاتا، تاریخ سے صرف ایک واقعہ ملاحظہ کیجئے: ربیع بن خثیم ایک جلیل القدر تابعی گزرے ہیں، جو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے خاص شاگرد تھے اور ابن مسعودؓ ان سے کہا کرتے تھے کہ:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہیں دیکھ لیتے تو ضرور پسند فرماتے ، اور میں تمہیں ہر وقت متفکر ہی دیکھتا ہوں ، یہ ربیع بن خثیم ایک مرتبہ اپنے استاد سیدنا حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کے ساتھ دریائے فرات کے کنارے جارہے تھے کہ راستہ میں لوہاروں کے پاس سے گزر ہوا،حضرت ربیع نے جب ان لوہاروں کی انگیٹھیوں کی آگ اوراس کے غیظ وغضب اور چیخ وپکارکودیکھا تو یہ آیت پڑھی:اذا رأتھم من مکان بعید سمعوا لھا تغیظا و زفیرا ۔(الفرقان:۱۲)وہ دوزخ ان کودور سے دیکھے گی تو جہنمی اس کا جوش وخروش سنیں گے۔تو بے ہوش ہوکر گر پڑے اور اگلی صبح تک بے ہوش رہے۔(تعمیر اخلاق اردو رسالۃ المسترشدین:۲۱۵)

آگ سے بچنے کا حکم اوراس کی تدبیر:

جہنم کی آگ سے بچنے کا حکم بھی اللہ تعالی نے دیا اور بتایا دیا کہ جہنم کا ایک ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے،ارشاد ہے:یا ایھا الذین أمنوا قوا انفسکم و اھلیکم نارا و قودھا الناس والحجارۃ علیھا ملائکۃ غلاظ شداد لا یعصون اللہ ما امرھم ویفعلون مایؤمرون ۔(التحریم:٦)اے ایمان والو!اپنے آپ کواوراپنے گھر والوں کواُس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے۔اُس پر سخت کڑے مزاج کے فرشتے مقرر ہیں جو اللہ کے کسی حکم میں اُس کی نافرمانی نہیں کرتے ،اور وہی کرتے ہیں جس کا

انہیں حکم دیا جاتا ہے۔حضرت مجاہدؒ اس آیت کے ذیل میں فرماتے ہیں کہ:تم خود تقوی اختیار کرو اور اپنے گھر والوں کو تقوی کی وصیت کرو۔حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں کہ:ان کو اللہ کی اطاعت کا حکم دو اور اللہ کی نافرمانی سے روکو۔(تفسیر ابن کثیر: ۱۴/ ۵۹) دنیا کی مشقتوں اور تکلیفوں کو دور کرنے کا انتظام انسان کرلیتا ہے،یہاں کی گرمی سے بچاؤ کی تدبیریں اور سختیوں سے حفاظت کا بندوبست بھی کرتا ہے،نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جہنم کی آگ اور وہاں کی ہولناکیوں سے بھی محفوظ رہنے کا طریقہ بتایا اور مختلف اعمال سکھائے کہ جس کے ذریعہ بندہ آخرت کی تکلیفوں سے بچ جائے۔حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس طرح صحابہ کو قرآن کی سورتیں سکھاتے تھے اسی طرح یہ دعا بھی سکھاتے تھے۔اللھم انی اعوذبک من عذاب جھنم ،واعوذبک من عذاب القبر ،واعوذبک من فتنة المسیح الدجا ل ،واعوذبک من فتنة المحیا والممات۔(مسلم: حدیث نمبر؛۹۳۵) حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکثر یہ دعا فرمایا کرتے تھے۔ربنا آتنا فی الدنیا حسنة وفی الاخرة حسنة وقنا عذاب النار۔(بخاری: حدیث نمبر؛ ۵۹۳۷) اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مغرب کی نماز سے فارغ ہوکر کسی سے بات کرنے سے پہلے سات مرتبہ اللھم اجرنی من النار کہا کرے،اگر کوئی اس کو کہہ لے گا اور اسی رات مرجائے گا تو

دوزخ سے خلاصی ہو جائے گی اور جب صبح کی نماز کے بعد اسی طرح سات مرتبہ کہنے سے اس دن مر جائے گا تو دوزخ سے خلاصی کر دی جائے گی۔ (ابوداؤد: حدیث نمبر:۴۴۱۹)

باقی اس کے علاوہ جن باتوں سے روکا کیا گیا ان پر سے بچنا اور جن کی تعلیم دی گئی اس پر عمل پیرا ہونا ضروری ہے۔

لمحہ فکریہ:

بہت اختصار کے ساتھ بطو خاص ان چیزوں کا ذکر کیا گیا جس کی اہمیت کا اندازہ ہم موسم گرما میں لگا سکتے ہیں، چند دن کی سختیاں ہم سے جھیلی نہیں جاتی، اوراس کے لئے ہم راحتوں کو انتظام کرتے ہیں، بالکل کرنا چاہیے اللہ تعالی نے جس جوجتنی حیثیت دی ہے وہ اس کے برابر سکون وراحت کو حاصل کرنے کی فکر کرسکتا ہے۔لیکن اصل مسئلہ یہ ہے کہ آج کتنے احکامات چھوٹتے ہیں اوراللہ تعالی کی کن کن موقعوں پر نافرمانی ہوتی ہیں اس کی کسی کو پرواہ نہیں۔اگر دنیا میں رہ کر کوئی اپنی زندگی مرضیٔ خدا اور تعلیماتِ شریعت کے خلاف گزارے گا تو وہ آخرت میں سزا کا مستحق قرار پائے گا، ہمارا بدن اتنا کمزور اور ہم اتنے ناتواں ہیں کہ دنیا کی معمولی گرمی اور تھوڑی سی دھوپ ہم سے برادشت نہیں ہوتی تو پھر آخرت کی ہولنا کیوں کا کیا مقابلہ کر پائیں گے۔اسی لئے ہمیں چاہیے کہ ہم زندگی کو اسلامی تعلیمات کے سانچے میں ڈھالیں، اوردن ورات کی تبدیلیوں اور ماہ وسال کی

گردشوں سے سبق لینے والے بنیں کہ یہ ہمیں خاموش پیغام دے رہے ہین اور ہماری اصلاح وتبدیلی کا درس دے رہے ہیں۔